39

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

2 تا 8 اکتوبر 2012ء / 15 تا 21 ذوالقعدہ 1433ھ

اس شمارے میں

انتخابی نہیں، انقلابی اتحاد!

پاکستان کا موجودہ قومی انتشار

شانِ رسالت مآب میں گستاخی
اور ہمارا طرزِ عمل

ہمیں ان رائے سازوں سے بچاؤ!

امانت داری

توہین رسالت اور یہود و نصاریٰ کا گٹھ جوڑ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

کیا خواب یوں بھی پریشان ہوتے ہیں؟

پیوستہ رہ شجر سے......

حل کیا ہے؟

ہمارے ہاں کچھ لوگ جمہوریت کو ہمارے تمام مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ میری رائے میں پاکستان کی بقا صرف اور صرف اسلامی انقلاب میں ہے۔ البتہ جب تک کوئی انقلاب نہیں آتا، جمہوریت ہونی چاہیے، ورنہ چھوٹے صوبوں کے اندر احساس محرومی بڑھے گا۔ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ہو، جمہوری حقوق حاصل ہوں، مطالبوں کے لیے جلسے کریں، جلوس نکالیں تو غبار اندر سے نکل جاتا ہے، بھڑاس نکل جاتی ہے، ورنہ لاوا اندر ہی اندر پک کر پھٹ پڑتا ہے۔ البتہ ہمارے لیے پناہ کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اسلام کی طرف پیش قدمی کریں۔ کسی بلند تر مقصد کے لیے انسان چھوٹے مفادات کی قربانی دے دیتا ہے۔ جب کوئی مقصد سامنے نہ ہو تو پھر مفادات اور مصلحتیں ہی رہ جاتی ہیں اور ان میں ٹکراؤ تو ہوتا ہی ہے۔ ہماری محرومی ہے کہ ہم اسلام کی طرف سوچنے کو تیار ہی نہیں۔ خدارا سوچئے! وہ مقصد کہاں ہے جس کے لیے پاکستان بنایا تھا؟ نوجوان نسل سوال کرتی ہے کہ پاکستان کیوں بنایا تھا؟ جو ماحول بھارت میں ہے وہی یہاں ہے۔ بینکنگ کا وہی نظام وہاں بھی ہے جو یہاں ہے۔ وہی ملٹی نیشنل تنظیمیں وہاں بھی ہیں یہاں بھی ہیں۔ مسجدیں وہاں بھی ہیں یہاں بھی ہیں۔ پھر آخر کیوں اتنی جانیں دے کر اور عصمتیں لٹا کر پاکستان بنوایا؟ میرے نزدیک ہمارے مسائل کا حل صرف توبہ میں ہے۔ انفرادی توبہ یہ ہے کہ اپنے کردار سے خلاف شریعت کاموں کو نکال دیا جائے۔ دوسری ہے اجتماعی توبہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجائے گی اور قوم یونسؑ کی طرح اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرمالے گا۔ قوم یونسؑ پر عذاب کے آثار شروع ہو گئے تھے لیکن انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان پر سے عذاب ٹال دیا۔

"بصائر: اخباری کالموں کا مجموعہ"

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یوسف

(آیات 25 تا 29)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ
كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾

آیت ۲۵ ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ ”اور وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے“

یعنی حضرت یوسفؑ نے جب دیکھا کہ اس عورت کی نیت خراب ہے اور اس پر شیطنت کا بھوت سوار ہے تو آپؑ اس سے بچنے کے لیے دروازے کی طرف لپکے اور آپؑ کے پیچھے وہ بھی بھاگی تا کہ آپؑ کو قابو کر سکے۔

﴿وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ﴾ ”اور پھاڑ دی اس (عورت) نے آپؑ کی قمیص پیچھے سے“

آپؑ کو دوڑتے ہوئے دیکھ کر اس عورت نے آپؑ کی طرف تیزی سے لپک کر پیچھے سے آپؑ کو پکڑنے کی کوشش کی تو آپؑ کی قمیص اس کے ہاتھ میں آ کر پھٹ گئی۔

﴿وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ﴾ ”اور پایا ان دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے پاس۔“

اس عورت نے لازماً ایسے وقت کا انتخاب کیا ہوگا جب اس کا خاوند گھر سے باہر تھا اور اس کے جلد گھر آنے کا امکان نہیں تھا' مگر جونہی وہ دونوں آگے پیچھے دروازے سے باہر نکلے تو غیر متوقع طور پر اس کا خاوند عین دروازے پر کھڑا تھا۔

﴿قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾﴾ ”وہ (فوراً) بولی کیا سزا ہونی چاہیے ایسے شخص کی جس نے ارادہ کیا تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا' سوائے اس کے کہ اسے جیل بھیج دیا جائے یا کوئی اور دردناک سزا دی جائے!“

اپنے خاوند کو دیکھتے ہی اس عورت نے فوراً پینترا بدلا اور اس کی غیرت کو للکارتے ہوئے بولی کہ اس لڑکے نے مجھ پر دست درازی کی ہے اور میں نے بڑی مشکل سے خود کو بچایا ہے۔ اب اس سے آپ ہی سمجھیں اور اسے کوئی عبرت ناک سزا دیں۔

آیت ۲۶ ﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ﴾ ”آپؑ نے فرمایا کہ اسی نے مجھے پھسلانا چاہا تھا“

صورت حال بہت نازک اور خطرناک رخ اختیار کر چکی تھی۔ حضرت یوسفؑ کو بھی اپنے دفاع میں کچھ نہ کچھ تو کہنا تھا۔ لہٰذا آپؑ نے صاف صاف بتا دیا کہ خود اس عورت نے مجھے گناہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ﴾ ”اور گواہی دی عورت کے خاندان والوں میں سے ایک گواہ نے۔“

اس عورت کے اپنے رشتہ داروں میں سے بھی کوئی شخص موقع پر آ پہنچا۔ اس نے موقع محل دیکھ کر وقوعہ کے بارے میں بڑی مدلل اور خوبصورت قرائنی شہادت (circumstancial evidence) دی کہ:

﴿اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾﴾ ”اگر تو اس کی قمیص پھٹی ہے سامنے سے' تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔“

اگر عورت سے دست درازی کی کوشش ہو رہی تھی اور وہ اپنا تحفظ کر رہی تھی تو ظاہر ہے کہ حملہ آور کی قمیص سامنے سے پھٹنی چاہیے۔

آیت ۲۷ ﴿وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾﴾ ”اور اگر اس کی قمیص پھٹی ہے پیچھے سے' تو پھر یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔“

اس عادلانہ اور حکیمانہ گواہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اس معاشرے میں بہت سی خرابیاں تھیں (جن میں سے کچھ کا ذکر آگے آئے گا) وہاں اس گواہی دینے والے شخص جیسے حق گو اور انصاف پسند لوگ بھی موجود تھے جس نے قرابت دار ہوتے ہوئے بھی حق اور انصاف کی بات کی۔

آیت ۲۸ ﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾﴾ ”پھر جب اس (عزیز مصر) نے دیکھا کہ آپؑ کی قمیص پھٹی ہوئی ہے پیچھے سے تو اس نے کہا کہ یہ تم عورتوں کی چالوں میں سے (ایک چال) ہے' یقیناً تم عورتوں کے فریب بہت بڑے ہوتے ہیں۔“

پھر عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ سے کہا:

آیت ۲۹ ﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ﴾ ”یوسف! اس معاملے سے درگزر کرو۔“

اس کے بعد وہ اپنی بیوی سے مخاطب ہوا اور بولا:

﴿وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾﴾ ”اور تم اپنے گناہ کی معافی مانگو یقیناً قصوروار تم ہی ہو۔“

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

2 تا 8 اکتوبر 2012ء — جلد 21
15 تا 21 ذوالقعدہ 1433ھ — شمارہ 39

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------ (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخابی نہیں' انقلابی اتحاد!

برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی اسلام سے جذباتی وابستگی کا انکار یہاں کی تاریخ سے بے بہرہ اور نا آشنا شخص ہی کرسکتا ہے۔ سچ پوچھیے تو خود پاکستان کا قیام اس خطے کے مسلمانوں کا اسلام سے جذباتی لگاؤ کا واضح اور بین ثبوت ہے۔ تحریک پاکستان کے انتہائی فعال اور متحرک کارکنان کی اکثریت بھی پریکٹسنگ مسلمانوں پر مشتمل نہیں تھی۔ یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہوسکتی ہے کہ اگرچہ ''پاکستان کا مطلب: کیا لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ مسلم لیگ کے جلسوں میں لگایا گیا لیکن مسلم لیگ نے اس نعرہ کو سرکاری طور پر اپنایا نہیں تھا۔ لیکن ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کا نعرہ تو مسلم لیگ کا سرکاری نعرہ تھا۔ یہ حقیقت مسلم لیگ کے ریکارڈ سے ثابت ہوتی ہے۔ گویا اسلام کے نام پر ایک ملک بننے جا رہا تھا اور اس تحریک کا ساتھ دینے کے لیے صرف اس وصف کی ضرورت تھی کہ حکومت وقت کے ریکارڈ میں آپ کا نام بطور مسلمان درج ہو۔ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلامی نظام قائم ہوگا' یہ ایک عام understanding تھی۔ اُس وقت کے سیکولر اور تقسیم کے مخالف مسلمانوں کے ایسے اقوال ملتے ہیں کہ وہ بھی ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں قائد اعظم کے ایک سو سے زیادہ وہ بیانات جو انہوں نے پاکستان کے اسلامی فلاحی ریاست ہونے کے بارے میں دیے۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پاکستان کا آئین تو چودہ سو سال پہلے ہی قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے consensus کے باوجود ہم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں کیوں ناکام رہے؟

ہماری رائے میں اس کی اولین اور انتہائی اہم وجہ یہ ہے کہ جذبات کی بنیاد پر اٹھنے والی تحریک کو حصولِ مقصد کے بعد عمل میں ڈھالنے کے لیے کوئی کوشش نہ کی گئی۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ انقلابی سطح پر ایسے کام کیے جاتے کہ انفرادی سطح پر عام مسلمان پریکٹسنگ مسلمان بنتا اور اجتماعی سطح پر ریاست کلمہ طیبہ پڑھتی اور اس کی عملی تعبیر پر نتائج سے بے پرواہ ہوکر آگے بڑھتی' لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ دو سال بعد 1949ء میں قراردادِ مقاصد کی منظوری اگرچہ فردِ واحد (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) کی کوششوں کا نتیجہ تھی لیکن بہرحال وہ اسمبلی جو 1946ء یعنی قیامِ پاکستان سے پہلے وجود میں آئی تھی اور تحریک پاکستان کے پس منظر سے کما حقہ واقف تھی اس نے اس قرارداد کو منظور کیا تھا۔ گویا عوامی نمائندوں نے دو سال بعد پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے تجدید عہد کیا۔ لیکن یہ وعدہ بھی وفا نہ ہوسکا اور یہ قرارداد بھی آج تک محض کاغذ کی زینت بنی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں جب پاکستان کے حکمران دنیا سازی اور عیش وعشرت میں پڑ گئے تو عوام پر بھی تمام دینی اور شرعی تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر دنیا اور ساز وسامانِ دنیا جمع کرنے کا جنون سوار ہوگیا الا ماشاء اللہ۔ لہٰذا پریکٹسنگ مسلمانوں کی تعداد گھٹتی چلی گئی۔

اس حوالہ سے بدترین رول مذہبی جماعتوں اور ان کے لیڈروں نے ادا کیا۔ انہوں نے عمومی سطح پر دینی تعلیم وتربیت کی کوئی قابل ذکر کوشش نہ کی بلکہ عوام کے محض اسلامی جذبات کو ابھارنے کی کوشش میں مصروف رہے (مدرسوں میں دی جانے والی تعلیم خالصتاً ''پیشہ وارانہ'' نوعیت اختیار کرگئی۔ ایسی تعلیم جو مساجد کے لیے امام تو پیدا کردے لیکن امانت' دیانت' عہد کی پاسداری' محبت اور رحمدلی نام کی کوئی چیز ان میں پیدا نہ کرسکے) پھر یہ کہ مذہبی خصوصاً سیاسی مذہبی رہنماؤں کا طرزِ زندگی نہ سہی معیارِ زندگی کسی طرح دوسرے سیاست دانوں سے مختلف نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ اسلام کے حوالے سے جذباتی بیانات اور انتخابات

کے نزدیک اسلام پر قربان ہو جانے کے نعرے اور ''کتاب'' کو انتخابی نشان بنا کر عوام کے مذہبی جذبات سے کھیلا جاتا رہا۔ لہٰذا اب دین اور اسلام کے حوالہ سے لوگوں کے پاس جذبات ہی جذبات نظر آتے ہیں' اسلامی شریعت کی پابندی بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ لہٰذا جب ہنود و یہود یا نصاریٰ (نعوذ باللہ) قرآن پاک کو جلاتے یا اس دنیا کی عظیم ترین اور کامل ترین ہستی نبی اکرم ﷺ کی توہین کرتے ہیں تو جذبات سے بھری ہوئی یہ قوم اپنے جذبات کا اظہار کر دیتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے نوجوان غیر ملکی سفارت خانوں پر اینٹیں برسا کر' ان کے جھنڈے جلا کر اور اس سے زیادہ اپنوں کا نقصان کر کے سمجھتے ہیں کہ دینی فریضہ ادا کر دیا ہے۔ اور ہمارا دشمن نہ صرف اس پر قہقہے لگاتا ہے بلکہ مقدس ہستیوں کی بے حرمتی میں مزید حوصلہ پاتا ہے۔ شنید یہ ہے کہ جس فلم کے ٹریلر یوٹیوب پر آنے پر اتنے ہنگامے ہوئے وہ مکمل فلم اب یوٹیوب پر دستیاب ہے۔ دروغ بر گردن راوی۔

مسئلے کا حل اگرچہ بین السطور ہماری تحریر میں آ چکا ہے لیکن وضاحت کیے دیتے ہیں۔ انسانی تاریخ شاہد ہے کہ باطل اور طاغوت جب بھی دنیا میں ایک قوت کی حیثیت سے ابھرا ہے اس نے قانون اور اخلاق کی دھجیاں بُری طرح اڑائی ہیں۔ ہم ان لوگوں کو جواب دینا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ عالمی سطح پر ایسی قانون سازی کے لیے دباؤ ڈالا جائے کہ کسی مقدس ہستی کی توہین قابل گرفت ہو۔ اللہ رب العزت سے زیادہ انسانوں کی خصلت کون جان سکتا ہے۔ اسی لیے وہ قرآن پاک کی سورۃ الانفال آیت 60 میں ان طاغوتی طاقتوں سے نمٹنے کا طریقہ یہ بتاتا ہے:

> ''اور تیار رکھو ان کے لیے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے' تاکہ تم خوفزدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ تم نہیں جانتے ہو انہیں (البتہ) اللہ جانتا ہے۔''

مسلمانوں کی قوت کا راز اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے۔ مسلمان اللہ' رسولؐ سے دوری اختیار کر کے کبھی طاقت ور نہیں ہو سکتا۔ لیکن بدقسمتی سے ستاون اسلامی ممالک میں ایک ملک بھی ایسا نہیں جسے حقیقت میں اسلامی فلاحی ریاست قرار دیا جا سکے۔ پاکستان کی ذمہ داری اس حوالہ سے سب سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جو ایٹمی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہو جائے تو دنیوی اور روحانی قوت کا ملاپ اسے ایسی ناقابل تسخیر قوت بنا دے گا کہ پھر کسی امریکہ کو جرأت نہ ہو گی کہ ہمیں پتھر کی دنیا میں بھیجنے کی دھمکی دے سکے۔ پاکستان کو دیکھتے ہوئے دوسرے اسلامی ملک یقیناً حوصلہ پائیں گے' لیکن المیہ یہ ہے کہ عام سیاست دانوں اور حکمرانوں کی بات کیا کریں سیاسی مذہبی رہنما اس طرف مائل نہیں ہوتے۔ ہم مسلسل چیخ رہے ہیں کہ اصل وجہ باطل نظام کا ہم پر مسلط ہونا ہے اور ووٹ کبھی نظام نہیں بدل سکتا' وہ صرف ہاتھ اور چہرے بدل سکتا ہے۔ نظام بدلنے کے لیے انقلاب کی ضرورت ہے اور اس کے لیے طریقہ کار بھی ہمارا گھڑا ہوا نہیں ہے' بلکہ ہم منہج نبویؐ کو اپنانے کی چیخ و پکار کر رہے ہیں لیکن طوطی کی نقار خانے میں کون سنے۔ بہرحال ہمارا فرض ہے کہتے چلے جانا ہے' کہتے چلے جانا ہے۔ جب تک سانس ہے کہتے چلے جائیں گے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔ پیارے رسول ﷺ کی حرمت کی پاسبانی قوت پیدا کرنے سے ہو گی اور قوت حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ رسولؐ کے منہج کو اپنائیں۔ اسی حوالہ سے ہم مذہبی جماعتوں سے ہاتھ باندھ کر استدعا کریں گے کہ 65 سال سے انتخابی اتحاد کر رہے ہیں' لیکن پاکستان اور اسلام کے حوالہ سے پسپائی ہمارا مقدر بنی رہی۔ اب ایک مرتبہ انقلابی اتحاد کر کے دیکھ لیں۔ پریکٹسنگ مسلمانوں کا ایک پریشر گروپ بنا کر حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ دین اسلام کو اس کی حقیقی روح سے ساتھ نافذ کریں۔ ہم آپ کے حریف نہیں بنیں گے یا پھر آپ راستے سے ہٹ جائیں کہ یہ ملک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔

☆☆☆

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَo

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کی ہمشیرہ امۃ الحی زوجہ امجد مختار صاحب گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ بانی تنظیم اسلامی کی پانچ بیٹیوں میں یہ چوتھے نمبر پر تھیں۔ ان کی عمر 47 سال تھی۔ وہ گزشتہ کم و بیش چار سال سے سرطان کے جان لیوا مرض میں مبتلا تھیں۔ ان کی نماز جنازہ 26 ستمبر 2012ء بروز بدھ سہ پہر ساڑھے تین بجے ان کے بھائی حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی) نے پڑھائی' جس میں ان کے خاندان کے افراد' اہل محلّہ اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات کے علاوہ لاہور کے رفقائے تنظیم نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مرحومہ نے پسماندگان میں 3 بیٹے اور 2 بیٹیاں چھوڑیں۔ ادارہ پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی حسنات کو قبول فرمائے' ان کی سیئات سے درگزر فرمائے' انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین) قارئین ندائے خلافت اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتك وحاسبھا حسابا یسیرا

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور ہمارا طرزِ عمل

پس چہ باید کرد؟

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 21 ستمبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! امریکہ میں توہین رسالت کی ناپاک جسارت پر مبنی گستاخانہ فلم پر ایک بار پھر ہم مسلمانوں کے دل شدید طور پر زخمی ہیں۔ اِس شنیع حرکت پر مسلمان دنیا بھر میں سراپا احتجاج ہیں۔ ہمارے ہاں بھی اس پر شدید احتجاج کیا جا رہا ہے۔ اور اِسی سلسلے میں آج 'یوم عشق رسولؐ' بھی منایا جا رہا ہے۔ اعدائے اسلام کی جانب سے توہین رسالت کی گھناؤنی جسارتیں ایک عرصے سے ہو رہی ہیں۔ لیکن اِس بار یہ شنیع حرکت جس شدت کے ساتھ ہوئی ہے، شاید اِس سے پہلے نہ ہوئی ہو گی۔ اسرائیلی نژاد یہودی ملعون سیم باسل نے "Innocence of Muslims" کے نام سے جو فلم بنائی ہے، اُس میں شیطنت اور ابلیسیت کی آخری حدیں بھی پار کر دی گئی ہیں۔ اِس حرکت پر ہمارے دل شدید دکھی ہیں اور ہم پر خون کے آنسو رونے سے بھی بڑھ کر غم واندوہ کی کیفیت طاری ہے۔

اگر دیکھا جائے تو نائن الیون کے بعد توہین رسالت اور توہین قرآن کے گھناؤنے واقعات پے در پے ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے شاید صدیوں میں ایسا ہوتا ہو گا، لیکن اب ایک تسلسل کے ساتھ یہ شنیع واقعات ہو رہے ہیں۔ پھر یہ کہ میڈیا کی عالمی سطح پر رسائی کی وجہ سے اِن کا منٹوں اور سیکنڈوں میں چرچا بھی ہو جاتا ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک خاص پلاننگ کے تحت ہو رہا ہے۔ توہین قرآن کا سلسلہ نائن الیون کے بعد اُس وقت شروع ہوا جب امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے اسلام کے خلاف جنگ شروع کی، اور امارت اسلامی افغانستان کے خاتمے کے لئے اپنے جتھے نیٹو کے ساتھ اُس پر حملہ کیا۔ اس جنگ کے دوران امریکہ نے اللہ کے وفادار مسلمان مجاہدین کو اپنے عقوبت خانوں میں ڈالا۔ چنانچہ گوانتا نامو بے، بگرام ائربیس اور عراق میں ابوغریب جیل میں مسلمان قیدیوں کے سامنے قرآن کی بے حرمتی کی گئی، تاکہ انہیں ذہنی اذیت دی جائے۔ اُن کے سامنے قرآن مجید کے نسخوں کو کتوں کے آگے ڈالا گیا، غلاظت کے ڈھیروں اور گٹروں میں پھینکا گیا۔ توہین رسالت کے شیطانی سلسلے کا آغاز 2005ء میں ہوا، جب ڈنمارک کے چیتھڑے اخبار "جیلنڈز پوسٹن" نے نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کئے تھے۔ مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا۔ مگر اُن کے احتجاج کو پرکاہ برابر اہمیت نہ دی گئی بلکہ ردعمل میں اس معاملے کو اور بڑھاوا دیا گیا۔ ڈنمارک کے بعد یورپ' امریکہ اور آسٹریلیا کے دیگر اخبارات نے بھی یہ خاکے شائع کر دیئے۔ ہم احتجاج تو کرتے رہے' مگر کوئی فیصلہ کن قدم نہ اُٹھا سکے' جس سے ملت کفر کو سبق ملتا، عبرت حاصل ہوتی اور وہ آئندہ ایسی حرکت کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتے۔

یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ توہین رسالت اور توہین قرآن کی یہ شنیع حرکتیں وہ لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو مہذب' روادار' انسانی حقوق اور احترام انسانیت کے چیمپئن اور دنیا میں امن و آشتی کے علمبردار قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ وہ اجڈ، گنوار اور جذباتی ہیں۔ اُن میں مذہبی عدم برداشت پائی جاتی ہے۔ لیکن ہم اُن سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جو ابلیسی شیطانی حرکتیں وہ خود کر رہے ہیں' کیا اُن سے بڑھ کر بھی کوئی چیز اجڈ اور گنوار پن' مذہبی عدم برداشت' شدت پسندی اور جہالت کا مظہر ہو سکتی ہے۔ اُن کی یہ حرکتیں تو اس قدر گھناؤنی ہیں کہ ان کے لئے شنیع اور ذلیل کے الفاظ بھی چھوٹے محسوس ہوتے ہیں۔

اصولی طور پر یہ بات سمجھ لیجئے کہ کفار اپنی گھٹیا حرکتوں سے رسول اللہ ﷺ کی عظیم المرتبت ہستی کے مقام و مرتبہ میں کمی نہیں کر سکتے۔ آپؐ کا مقام اس قدر رفیع الشان ہے کہ خود خالق کائنات نے آپؐ کو "رحمۃ للعالمینؐ" قرار دیا ہے۔ آپ عالم دنیا و آخرت' عالم جن وانس اور عالم حیوانات سب کے لئے رحمت ہیں۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خصوصی کو آپؐ کے سچے پیروکاروں کے لیے مختص کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ اور جس کا ذکر اللہ بلند فرما دے اُس کا مقام و مرتبہ کون گھٹا سکتا ہے۔ اگر کوئی احمق چاند کی طرف تھوکے گا تو چاند کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے گا البتہ اپنا ہی منہ گندا کرے گا، اس لئے کہ وہ تھوک اُسی پر آ گرے گا۔ آپؐ کی ہستی تو وہ ہے کہ جس کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ آپؐ کے عالی مقام کو صرف مسلمان ہی نہیں یہود و نصاریٰ بھی جانتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر وہ توہین رسالت کی حرکتیں کرتے ہیں تو ایسا کر کے درحقیقت وہ اپنے ذہنی و اخلاقی دیوالیہ پن' افلاس، پستی اور انتہائی گراوٹ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ وہ اس بات کا کھلا ثبوت فراہم کر رہے ہیں کہ وہ اسفل السافلین اور شرالبریہ ہیں۔ لہٰذا اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی توہین آمیز اور گھناؤنی جسارتوں سے آپؐ کے مقام و مرتبہ اور قرآن حکیم کی عظمت کو کم نہیں کر سکتے۔ البتہ وہ ان حرکتوں سے امت مسلمہ پر ضرور وار کر رہے ہیں۔ حقیقت پسندانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اُن کے یہ افعال شنیعہ ہماری توہین اور ذلت ہیں۔ یہ وار ہم پر اس لئے ہو رہے ہیں کہ بحیثیت

اُمت ہم ذلت و مسکنت کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ اس وقت عالمی سطح پر ہم مسلمان جس زبوں حالی کا شکار ہیں، اُس پر وہ بات صادق آتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہودیوں کے متعلق کہی ہے:

﴿وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ۚ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرة:61)

’’اور (آخر کار) ذلّت (و رسوائی) اور محتاجی (و بے نوائی) اُن سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔‘‘

ہم پر ذلت و مسکنت بے بسی و لاچارگی کا عذاب مسلط ہے۔ چنانچہ دشمن ہم پر جارحیت کرتا ہے، ہماری کتاب قرآن حکیم اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ناموس پر بار بار حملے کرتا ہے اور ہم سوائے احتجاج اور مظاہروں کے اور کچھ نہیں کر پاتے۔ دشمن مسلمانوں کے آخری مورچے پر حملہ آور ہے۔ اس طرح وہ ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ تم بے وقعت ہو، تم بے بس اور لاچار ہو، دیکھو ہم تمہارے مرکزِ محبت تمہارے نبیؐ کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔ وہ نبی کہ جس کی محبت تمہارے دین و ایمان کی اوّلین شرط ہے، مگر تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں دشمن کے اس پیغام کو سمجھنا چاہیے‘ اور ذلت و رسوائی کے عذاب سے نکلنے کی فکر کرنی چاہیے۔

اِن خطابات میں یہ بات بار بار واضح کی گئی ہے کہ مسلمانوں پر ذلت و رسوائی کا یہ عذاب کیوں مسلط ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم زمین پر اللہ کی نمائندہ امت ہیں۔ ہمارا مشن شہادت علی الناس ہے، مگر ہم نے یہ مشن آگے نہیں بڑھایا‘ ہم نے حق نمائندگی ادا کرنے میں مجرمانہ کوتاہی اور اللہ کے دین سے بے وفائی کی۔ چنانچہ آج دنیا کے نقشے پر 57 مسلم ممالک موجود ہیں، مگر کہیں بھی اللہ کا دین و شریعت غالب نہیں۔ وہ دین جس کے لئے اللہ کے نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہر طرح کی قربانیاں دے کر اِسے غالب کیا تھا، آج خود مسلمان ممالک میں مغلوب ہے۔ یہی وہ اصل جرم ہے جس کی وجہ سے ہم اللہ کی نصرت و حمایت سے محروم ہیں اور ہم پر ذلت و مسکنت طاری ہے۔ کتاب الٰہی جو ہماری ہدایت اور سر بلندی کا ذریعہ ہے، ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ اس سے ہدایت اخذ کرنے کی بجائے اِسے محض حصول اور ایصال ثواب کی کتاب بنا کر رکھ دیا۔ اللہ نے یہود کو تورات دی تھی۔ اُس میں بھی روشنی اور ہدایت تھی۔ مگر جب انہوں نے تورات کو چھوڑ دیا تو اُن پر ذلت و مسکنت کا عذاب نازل ہوا، آج یہی معاملہ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ ورنہ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کو تھامے رکھنے کے باوجود ہم دنیا میں ذلیل و رسوا ہوتے۔ اگر ہم نے اللہ کے دین اور اُس کی کتاب کے ساتھ وفاداری کی ہوتی تو کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ ہمیں بے بس اور کمزور خیال کر کے ہم پر جارحیت کرتا، ہمارے ملکوں پر یلغار کرتا، پیغمبر اسلام اور کتاب الٰہی کی توہین کی ناپاک جسارتیں کرتا۔ ایک وقت وہ تھا کہ (سن 99 ہجری میں) سندھ سے ایک مظلوم مسلمان بیٹی کی پکار پر مسلمانوں کے خلیفہ نے سندھ پر لشکر کشی کا حکم دیا تھا اور نہ صرف اس وقت کے ہندو حکمرانوں کو سبق سکھا دیا تھا بلکہ سندھ کو بھی فتح کر لیا تھا۔ اسی طرح 225 ہجری میں معتصم باللہ کے عہد میں سلطنت روما میں استنبول کے قریب عموریہ میں آباد مسلمان خاتون کے ساتھ ظلم ہوا تو اُس نے وامعتصماہ پکارا۔ مظلوم خاتون کی پکار دربار خلافت تک پہنچی تو وہاں سے اس علاقے پر فوج کشی کی گئی اور مسلمانوں کو آزاد کرایا گیا‘ اور ظلم کے مرتکب لوگوں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں۔ ان واقعات سے مسلمان حکمرانوں نے پوری دنیا کو یہ پیغام دے دیا تھا کہ مسلمان کو کوئی بھی میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا‘ اور جو ایسا کرے گا اُسے عبرتناک انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ایک ارب ساٹھ کروڑ کی تعداد ہونے کے باوجود اپنے نبی مکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو بھی سبق نہیں سکھا سکتے۔ انہیں بھی کیفر کردار تک نہیں پہنچا سکتے‘ کہ آئندہ کسی کو ایسی گھناؤنی حرکت کی جرأت نہ ہو۔ ہم آج جس زبوں حالی کا شکار ہیں اُس کی پیشین گوئی نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی فرما دی تھی۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’وہ زمانہ آ رہا ہے کہ (دنیا کی) قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر گرتے ہیں۔‘‘ صحابہ کرامؓ نے عرض کی: ’’یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے؟‘‘ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’نہیں‘ تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہو گے‘ لیکن تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس و خاشاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔‘‘ ایک صحابیؓ نے پوچھا: ’’یا رسول اللہ! وہ کمزوری کیسی ہو گی؟‘‘ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔‘‘ (مسند احمد)

دنیا کی محبت ہلاکت میں ڈالنے والی شے ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی دنیا سے کنارہ کش ہو

پریس ریلیز 22 ستمبر 2012ء — حافظ عاکف سعید

امریکیوں کا توہین رسالت کا مرتکب ہونا اُن کے اخلاقی دیوالیہ پن، اخلاقی پستی اور ذہنی گراوٹ کا کھلا ثبوت ہے

اللہ کے دین سے بے وفائی کے نتیجہ میں ہم پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط ہے

امریکیوں کا توہین رسالت کا مرتکب ہونا اُن کے اخلاقی دیوالیہ پن، اخلاقی پستی اور ذہنی گراوٹ کا کھلا ثبوت ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ جس بلند مقام و مرتبہ فائز تھے اُس کا قرآن کریم میں جگہ جگہ ذکر ہے لہٰذا مسخ شدہ ذہنیت کے حامل لوگوں کی بے ہودہ حرکات سے آپ کے مقام و مرتبہ میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا۔ اِس لئے کہ چاند پر تھوک کر انسان خود ہی کو ذلیل کرتا ہے۔ البتہ ہم حقیقت پسندانہ نگاہ سے دیکھیں تو یہ توہین اصل میں ہماری ہے۔ ہم نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی جس کے نتیجہ میں ہم پر ذلت و مسکنت کے عذاب مسلط ہو گئے۔ آج ہم دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہیں اور بے بسی کے عالم میں ہیں لہٰذا مسلمانوں کو ساری دنیا میں مار پڑ رہی ہے۔ ہم اپنی دینی ذمہ داریوں کو بھول کر دنیا پرستی اور دولت پرستی میں پڑ گئے ہیں نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے نظام اور آپ کی عطا کردہ شریعت سے ہم لاتعلق ہو چکے ہیں جو ہماری کمزوری کا سبب بنا ہے آج اللہ کے دشمن ہمیں یہ پیغام دے رہے ہیں کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمہارا رب بھی تمہارا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک ہم اللہ اور رسولؐ کا دامن دوبارہ تھام نہیں لیتے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی‘ پاکستان)

جائے اور رہبانیت اختیار کرے۔ یہ طرزِ عمل تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نہیں اپنایا تھا۔ حبّ دنیا مذموم وہ ہے جو آدمی کو دنیا ہی کا اسیر بنا دے۔ آدمی دنیا بنانے ہی کو اپنا مشن اور مقصد بنا لے اور اپنے اصل مقصد حیات رضائے الٰہی اور نجات اُخروی کو بھول جائے، اپنے مشن کو فراموش کر ڈالے۔ بدقسمتی سے آج ہم اسی المیہ سے دوچار ہیں۔ ہم مسلمان زمین پر اللہ کی نمائندہ امت ہیں۔ ہمیں دوسروں تک اللہ کا پیغام پہنچانے' نیکیوں کو فروغ دینے اور منکرات کے خاتمے کا مشن دیا گیا ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ ﴾ (آل عمران:110)

''(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

مگر ہم اس مشن کو بھول کر دنیا پرستی میں غرق ہو گئے ہیں۔ اسی کے نتیجے میں موت سے خوف آتا ہے۔ دنیا پرستی نے ہمیں پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہماری حالت فارسی کے اُس مقولے کے مطابق ہے کہ ''بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' اسی دنیا پرستی کی وجہ سے ملت کفر کی نگاہوں میں ہم بالکل بے وقعت ہو چکے ہیں۔ دشمن کے دلوں سے ہماری ہیبت نکل چکی ہے۔ وہ بالکل بے خوف ہو کر ہم پر بڑے بڑے وار کر رہا ہے۔ اُسے ہمارے ردعمل کے بارے میں کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اس بے بسی اور کمزوری کی حالت سے کیونکر نکلیں اور کیسے دشمن کو دندان شکن جواب دیں۔ یاد رکھیے' اس بے بسی اور زبوں حالی سے نکلنے کا واحد راستہ اللہ کے دین سے وفاداری ہے۔ اگر ہم دین پر چلنے کا تہیہ کر لیں اور اُسے غالب کرنے کے لیے جدوجہد کریں تو اللہ ہم سے راضی ہو جائے گا اور ہمیں اس کی نصرت وحمایت حاصل ہو گی۔ ہمیں طاقت وقوت ملے گی۔ اللہ کا واضح فیصلہ ہے کہ ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:139) ''اور تم ہی غالب وسربلند ہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔'' پھر کفار ہم پر جارحیت نہ کر سکیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس حل کی طرف آئیں۔ اپنی انفرادی زندگیوں میں بھی اسلام کو اختیار کریں اور اجتماعی اور ریاستی سطح پر بھی دین کے غلبے کے لیے سنجیدہ اور منظم جدوجہد کریں۔

یہ تو اصل اور دیرپا حل ہے جو موجودہ صورت حال سے ہمیں نجات دلا سکتا ہے۔ البتہ توہین رسالت اور قرآنی کی بے حرمتی کی جسارتوں کے مسئلہ کے فوری حل کے لئے ہمیں بھرپور احتجاجی مظاہروں کے ساتھ ساتھ اُمت کی سطح پر یہودیوں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ اس سے انہیں دن میں تارے نظر آ جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ جن ممالک میں یہ گھناؤنی جسارت ہو' ان سے مسلمان ممالک کو اپنے سفارتی تعلقات ختم کرنے ہوں گے۔ اس ضمن میں اقتصادی مفادات کی قربانی دینی ہو گی اور پابندیاں لگنے کے اندیشوں سے باہر آنا ہوگا۔ اگر ہمارے اندر کچھ بھی ایمانی حرارت موجود ہے تو کم ازکم یہ دو اقدامات فوری طور پر کرنے ہوں گے۔ تب ہی کفار کو ہماری طرف سے سبق آموز پیغام ملے گا۔ اگرچہ اصل پیغام وہی ہے جو محمد بن قاسم اور خلیفہ معتصم باللہ نے دیا تھا اور اس کا تعلق غلبہ اسلام سے ہے یعنی ہم اسلام غالب کر کے اپنے اندر کفار کو دندان شکن جواب دینے کی صلاحیت اور قوت پیدا کریں۔ افسوس کہ آج ہم مسلمان اس پیغام کی طرف آنے کو تیار نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت کے بہی خواہ بالخصوص ہماری دینی جماعتیں مل بیٹھیں اور نفاذِ اسلام کے یک نکاتی ایجنڈے پر اکٹھی ہو جائیں اور اس کے لیے عوامی تحریک چلائیں۔ اگر ہم اس راستہ کی طرف نہیں آتے اور محض احتجاجی مظاہروں پر اکتفا کرتے ہیں تو یاد رکھئے' دشمن اپنی گھناؤنی جسارتوں سے باز نہیں آئے گا۔ وہ شیطانی حرکتیں کرتا رہے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ابلیس کے ایجنٹوں کے خلاف احتجاج نہ ہو' نعرے نہ لگیں' یہ کام تو بہر صورت ہونا چاہیے کہ یہ غیرت ایمانی کا کم ازکم اظہار ہے۔ لیکن ہمیں اس سے آگے بڑھ کر دین محمدیؐ کو غالب کرنے کی سعی وجہد کرنی چاہیے جو ابلیس اور اس کے ایجنٹوں کے لیے موت کا پیغام ہے اور جسے چھوڑنے کی وجہ سے آج ہم ذلت ومسکنت کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

آخر میں اس سوال کا جواب بھی بہت ضروری ہے کہ توہین رسالت کی یہ ناپاک جسارتیں تسلسل کے ساتھ کیوں ہو رہی ہیں؟ اگر دیکھا جائے تو ان حرکات کا تعلق یہودیوں کے عالمی غلبہ کی سازش سے ہے۔ یہودی پوری دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ گریٹر اسرائیل کا قیام اور مسجد اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ نصاریٰ جن کا امام امریکہ ہے اس وقت یہود کی مٹھی میں ہے۔ نائن الیون کی سازش بھی یہودیوں کی تیار کردہ تھی۔ جس کا مقصد افغانستان کی اسلامی امارت اور جہادی قوت کا خاتمہ تھا۔ اسلام کے ان دشمنوں نے مسلمانوں کی دینی غیرت کو چیک کرنے کے لیے پہلے پہل بابری مسجد کو شہید کرایا' پھر افغانستان پر چڑھائی کروائی' پھر عراق پر جس سے ان کی دیرینہ دشمنی ہے کہ وہ عرب دنیا میں ان کے لیے خطرہ بن گیا تھا' دوسری بار امریکہ سے یلغار کروائی۔ اب ایک عرصے سے توہین رسالت اور توہین قرآن کی حرکتیں کرائی جا رہی ہیں' تاکہ مسلمانوں کی دینی غیرت کا لیول جانچا جا سکے۔ دینی غیرت کے خاتمے کے لیے انہوں نے الیکٹرانک میڈیا کا بھرپور استعمال کیا جائے۔ ہمارے چینل تو انہی کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ جب یہود کو اندازہ ہو جائے گا کہ مسلمانوں میں غیرت باقی نہیں رہی' اُن میں مزاحمت کمزور ہو گئی ہے تو پھر وہ مسجد اقصیٰ کو گرائیں گے۔

ایک اور رائے یہ ہے کہ یہود عرب مسلمانوں کو مشتعل کرنا چاہتے ہیں تاکہ امریکی مفادات پر حملے کریں۔ سفارتی عملے کو نقصان پہنچائیں جیسا کہ لیبیا میں امریکی سفیر قتل ہوا ہے۔ عرب دنیا کے اس ردعمل سے اس پر امریکی حملے کا جواز پیدا کیا جا سکے گا۔ جیسا کہ افغانستان پر حملے کے لئے نائن الیون کو جواز بنایا گیا تھا۔ آپ دیکھیں' امریکہ اور اسرائیل کے خلاف سخت ری ایکشن انہی ممالک میں ہوا ہے، جن میں وہ یہ ری ایکشن دیکھنا چاہتے اور اُس کے نتیجے میں اپنے سفارتی عملے کے تحفظ کے نام پر اپنی فوجیں اتارنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لیبیا کے بارے میں کہہ دیا گیا ہے کہ ہم سفارتی عملے کے حفاظت کے لئے اپنی فوجیں اتاریں گے۔ بہرحال ساری گیم چل رہی ہے۔ کفار کی اپنی سازشیں ہیں اور اللہ کی اپنی تدبیر ہے اور اللہ کی تدبیر سب پر غالب آنے والی ہے۔ دشمنوں کی اسلام پر یلغار سے جہاد زندہ ہو رہا ہے۔ اب امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہیں۔ تحریک شروع ہو چکی ہے جو ان شاء اللہ اسلام کے عالمی غلبے کا باعث بنے گی۔ اگرچہ اس سے پہلے مسلمانوں بالخصوص عرب مسلمانوں پر بہت سخت حالات آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعدائے اسلام کی سازشوں سے محفوظ رکھے اور پیغمبر اسلام کی ناموس اور اسلام کے احیاء کے لیے ایمانی کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

ہمیں ان رائے سازوں سے بچاؤ!

محمد سمیع

مبالغہ آرائی اور شاعری خصوصاً گل وبلبل کی شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور سننے اور پڑھنے والے اس سے محظوظ بھی ہوتے ہیں۔ آپ ذرا مندرجہ ذیل اشعار پڑھیں اور ان میں کی گئی مبالغہ آمیزی کی داد دیں ۔

کہتے ہیں کہ محبوب کی کمر ہے
کہاں ہے کس طرف کو ہے کدھر ہے
کل شب غم فراق میں رویا میں اس قدر
چوتھے فلک پہ پہنچا تھا پانی کمر کمر

نثر نگاری میں بھی مبالغہ آرائی کی جاتی ہے۔عہد رفتہ کے مشاہیر میں سے ایک مشہور ادیب کا ایک مختصر سا جملہ ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔"لوگ سوئی کو بھالا اور بدرو کو نالا بنا دیتے ہیں۔"

لیکن جب شاعری اور نثر نگاری کسی ایک شخصیت میں جمع ہو جائے تو قارئین کے لئے اس کا لطف دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ یہ بات عموم کی ہے۔البتہ کوئی میدان ایسا بھی ہو سکتا ہے جہاں مبالغہ آرائی سے پرہیز لازم ہے۔ اس کی مثال آگے آرہی ہے۔

ہمارے ایسے ہی ایک صاحب قلم نے جو بیک وقت شاعر بھی ہیں اور کالم نویس بھی' کچھ عرصہ پہلے اپنے ایک کالم میں فحاشی کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ ان دنوں یہ بات اس لئے یاد آئی کہ سپریم کورٹ میں محترم قاضی حسین صاحب کی طرف سے ٹی وی چینل پر فحاشی وعریانی کے حوالے سے دائر کیس کے بعد پرنٹ میڈیا میں فحاشی کے حوالے سے بحث جاری ہے۔مضمون نگار کے مطابق فحاشی مختلف اخلاقی گناہوں اور قانونی جرائم مثلاً جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی، اشیاء خورد ونوش میں ملاوٹ، جعلی ادویات تیار کرنا اور انہیں فروخت کرنا، اربوں روپے معاف کروانا، لوگوں کی جائیداد پر قبضہ کرنا، اسمگلنگ، ججوں کی خرید وفروخت، وکیلوں کی مارکٹائی، دین کے نام پر دین فروشی، انتہا پسندی، غیر ملکی فنڈنگ سے بنائی گئی این جی اوز کے ذریعے غیروں کے ایجنڈے کے لئے کام کرنا، سیاستدانوں اور ایجنسیوں کے پے لسٹ پر ہونا، آئین کو بوٹوں سے روندتے ہوئے منتخب حکومت پر غاصبانہ قبضہ اور وزرائے اعظم کو پھانسی اور جلاوطنی کے مراحل سے گزارنا ہے۔اس طرح کی اور بھی بہت سی فحاشیاں ہیں جن کے شکنجے میں پاکستان کے عوام آئے ہوئے ہیں اور ان کا سانس لینا بھی محال ہو رہا ہے۔فحاشی کے بارے میں اس "اجتہاد جدید" کو پڑھ کر تو میرے چودہ طبق روشن ہوگئے۔اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم پاکستان میں نہیں بلکہ فحاشستان میں رہ رہے ہیں۔لیکن جب اس کالم کی اگلی سطور پر نظر پڑی تو ہمارے چودہ طبق جو روشن ہو گئے تھے وہ گہری تاریکی میں ڈوب گئے، ایسی تاریکی جو شب دیجور میں پائی جاتی ہے بالخصوص ایسی شب میں جب لوڈشیڈنگ بھی جاری ہو۔معلوم ہوا کہ تعلیمی اداروں میں جو میوزیکل کنسرٹس پر پابندی لگی تھی اور بجا طور پر لگی تھی، اس کے واپس لئے جانے کے بعد بھی لوگ اسے ہضم نہیں کر پا رہے۔ موصوف نے آگے جا کر لکھا:"سب کچھ بجا لیکن ایک فحاشی ایسی ہے جو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کی جاسکتی۔وہ ان تمام فحاشیوں سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف بڑے بڑے جلوس نکلتے ہیں۔یہ فحاشی میوزک کنسرٹس ہیں جن کی وجد آفرینی سے نوجوان نسل کے اخلاق تباہ ہو رہے ہیں۔مخلوط تعلیم فحاشی ہے۔عورتوں اور مردوں کا ایک دوسرے سے گفتگو اور میل جول فحاشی ہے۔"

قرآن کا ایک عام قاری بھی بلا جھجک یہ کہے گا کہ مخلوط تعلیم ہی نہیں، بلکہ مخلوط معاشرت کی کسی بھی سطح پر ہمارا دین اجازت نہیں دیتا، کیونکہ یہ فحاشی کو فروغ دینے کا موجب بنتی ہے۔اس کا ایک ثبوت وہ واقعہ ہے جس میں ایک تعلیمی ادارے کی چند لڑکے اور لڑکیوں کے بارے میں اغوا کئے جانے کا اندیشہ ظاہر کیا گیا تھا مگر وہ ایک ہوٹل سے برآمد کئے گئے تھے۔وہ یقیناً وہاں joint study کے لئے نہیں گئے تھے۔ نامحرم عورتوں اور مردوں کی ایک دوسرے سے گفتگو اور ان کا آپس میں میل جول تو قطعاً حرام ہے۔زنا کے سدباب کے لئے تو ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں جب وہ نامحرم کو دیکھتی ہیں۔کان بھی زنا کرتے ہیں جب وہ نامحرم کی آواز سنتے ہیں۔ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں جب وہ کسی نامحرم کو چھوتے ہیں اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں جب وہ نامحرم سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں۔ایسے ہی ایک اور کالم نویس بھی جو شاعری بھی کرتے ہیں اور جن کے ذہن پر ٹیکنالوجی اور ایجادات میں مغرب کی ترقی مسلط ہے، اپنے ایک کالم میں مغرب کی ایجادات کی طویل فہرست درج کرنے کے بعد لوگوں کو غیرت دلاتے ہیں کہ مغرب کی ان ایجادات سے تو وہ مستفید ہوتے ہیں لیکن ویلنٹائن ڈے جیسے مغربی تہوار منانے پر شور برپا کر دیتے ہیں۔حالانکہ ویلنٹائن ڈے پر اس لئے تنقید نہیں کی جاتی کہ وہ ایک مغربی تہوار ہے بلکہ اس لئے کہ یہ تہوار ہمارے معاشرے میں، جو پہلے ہی عریانی و فحاشی کے سیلاب کی زد میں ہے فحاشی کا ایک اور دروازہ کھولنے کا سبب بن رہا ہے۔ ویلنٹائن ڈے جیسے تہوار کو یہ لوگ اس لئے پسند کر رہے ہیں کہ ہمارے تہواروں میں جو وقار اور متانت کے مظاہر ہیں وہ انہیں مشکل لگتے ہیں۔اس زاویہ نظر سے دیکھیں تو جس کو وہ نان ایشو قرار دے رہے ہیں وہ تو دینی اعتبار سے ہمارے لئے ایک اہم ایشو ہے، کیونکہ اس کے فروغ سے اخلاقی برائیوں کے لئے راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔ ہمارے یہ سیکولر دانشور حضرات رائے عامہ کو متاثر کرنے میں پیش پیش ہیں۔ان کی رائے سازی کے اثرات بد ہیں جو آج ہمارے معاشرے میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اللہ ہمیں ایسے رائے سازوں سے بچائے۔

امانت داری

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جب کوئی شخص اپنی کوئی چیز یا رقم کسی دوسرے شخص دوست آشنا یا عزیز کے سپرد کرتا ہے کہ وہ اسے سنبھال کر رکھے اور عند الطلب اُسے واپس کر دے تو ایسی چیز کو امانت کہا جاتا ہے۔ اگر وہ شخص امانت کو مالک کو واپس دیتا ہے تو وہ امانت دار ہے اور اگر امانت کو غصب کر لیتا ہے اور واپس نہیں کرتا یا واپس تو کرتا ہے مگر اُس امانت کا کچھ حصہ ضائع کر دیتا ہے یا خراب کر دیتا ہے تو ایسا شخص بددیانت ہے اور اس کا یہ فعل خیانت کہلاتا ہے۔

امانت کی حفاظت کا تعلق فضائل اخلاق سے ہے جبکہ خیانت قابل مذمت فعل ہے۔ امانت کی حفاظت دیانت داری ہے جبکہ امانت غصب کرنا یا ضائع کرنا خیانت یا بددیانتی ہے۔ امانت کا جو مفہوم اوپر بیان ہوا یہ محدود معنی میں ہے جبکہ حقیقت میں امانت اور دیانت کے الفاظ بہت وسیع معنوں کے حامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قوتیں، صلاحیتیں، اور وسائل وذرائع دے رکھے ہیں۔ ان ساری چیزوں کا مالک حقیقی اللہ ہے اور انسان کے پاس یہ اُس کی امانتیں ایک محدود مدت کے لئے ہیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد وہ ان کو واپس لے لیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ انسان نے اللہ کی یہ امانتیں کیسے استعمال کی ہیں۔ اگر کوئی انسان اپنی امانت کسی دوسرے کے پاس رکھتا ہے تو اُسے اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ وہ اس سے کوئی فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ جبکہ اللہ کی دی ہوئی صلاحیتیں وسائل اور بدنی اعضاء انسان اپنی ضروریات میں استعمال کرتا ہے۔ اگر وہ یہ امانتیں اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرتا ہے تو وہ اچھا انسان ہے بصورت دیگر وہ مالک کو ناراض کر بیٹھے گا۔ ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھیں کان سب اللہ کی امانتیں ہیں۔ ان کے استعمال میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ جبکہ ان کا غلط استعمال آدمی کے لئے دنیا اور آخرت میں سزا کا باعث بنے گا۔ جو شخص امانت کا یہ مفہوم سمجھ لے وہ گناہوں سے بچ کر زندگی گزار لیتا ہے، ایسے ہی شخص کو متقی کہا جاتا ہے۔

حصول معاش کے لئے انسان مختلف پیشے اختیار کرتا ہے۔ اس ضمن میں جو فرائض وہ اپنے ذمہ لیتا ہے، وہ بھی امانت کے درجہ میں ہیں۔ اگر وہ فرائض منصبی کو دیانت داری اور ذمہ داری سے ادا کرتا ہے تو وہ امانت دار ہے ورنہ وہ بد دیانت اور خائن ہے۔ ایک ملازم اگر اپنے کام میں کوتاہی کرتا ہے تو خیانت کا ارتکاب کر کے سزا کا مستحق بنتا ہے۔ اسی طرح جب کسی شخص کو کوئی عہدہ ملتا ہے اور وہ اس عہدے سے متعلق ذمہ داریوں کو پوری کوشش کے ساتھ اور استطاعت کے مطابق انجام دیتا ہے تو وہ دیانت دار ہے اور اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائی میں کوتاہی کرتا ہے یا ادارے سے تنخواہ وصول کرتا ہے مگر لوگوں سے رشوت بھی لیتا ہے تو وہ بد دیانت اور خائن ہے۔ حدیث میں ہے کہ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اُس سے اُس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ گویا ایک شخص کسی شعبہ کا انچارج ہے یا افسر ہے اور اس کے ماتحت کچھ چھوٹے ملازمین ہیں یا کسی صوبے کا سربراہ یا ملک کا حکمران ہے تو اُس کے منصب کے مطابق اس کی ذمہ داریاں ہیں۔ یہ ذمہ داریاں اس کے پاس امانت ہیں جنہیں بحسن وخوبی ادا کر کے وہ امانت دار بنتا ہے اور کوتاہی کر کے خیانت کا ارتکاب کرتا ہے۔

ایک استاد اگر اپنے شاگردوں کو پڑھانے میں مخلص ہے۔ وقت ضائع نہیں کرتا، تو وہ دیانت دار ہے اور اگر تعلیمی ادارے میں تو وہ تدریسی کام میں غفلت برتتا ہے اور بچوں کو پرائیویٹ ٹیوشن پر مجبور کرتا ہے وہ خائن ہے اور مقدس پیشے کے لئے بدنامی کا باعث ہے۔

یہی حال ڈاکٹر کا ہے۔ اس کو ہسپتال میں مریض دیکھنے کی تنخواہ ملتی ہے مگر وہ ہسپتال میں مریضوں کو مطمئن نہیں کرتا اور اُن کو مجبور کر دیتا ہے کہ وہ اُس کے پاس اس کے کلینک پر آئیں جہاں وہ اُن سے بھاری فیس لیتا ہے تو وہ خائن، خود غرض اور لالچی ہے اور حقوق العباد تلف کر کے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔

اسی طرح وہ تاجر بھی بد دیانت ہے جو ناپ تول میں کمی کرتا ہے یا چیزوں میں ملاوٹ کر کے انہیں ناخالص کر دیتا ہے جبکہ ایک دیانت دار تاجر نہ ناپ تول میں کمی کرتا ہے' نہ چیزوں میں ملاوٹ کرتا ہے، نہ ذخیرہ کر کے لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے' نہ جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچتا ہے۔ تو ایسے تاجر کو اس کی ایمان داری کی وجہ سے بشارت دی گئی ہے کہ وہ انجام کے اعتبار سے حساب کے روز انبیاء اور شہداء اور صدیقین کے ساتھ ہوگا۔ جبکہ بد دیانت تاجر کا حشر فاجروں یعنی بدکردار مجرموں کی حیثیت سے ہوگا۔

انسانوں کے آپس کے معاملات میں دیانت اور امانت کی بہت اہمیت ہے۔ دیانت داری حلال اور حرام میں فرق بتاتی ہے۔ دیانت داری حسن معاملہ اور فرض شناسی کا نام ہے، جو دنیا میں عزت واحترام کا باعث بنتی ہے اور آخرت میں سچی کامیابی کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔ انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ اور انسانوں کو صحیح زندگی کا ڈھنگ سکھانے والے انبیاء ہی تھے جنہوں نے اپنے فرض منصبی کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کیا۔ وہ لوگوں کو یہی باور کراتے تھے کہ وہ ان کے حقیقی خیر خواہ ہیں اور وہ مالک کا پیغام پوری دیانت داری کے ساتھ لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے لئے لفظ امین استعمال کیا ہے۔ سورۃ الشعراء میں حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام نے فرداً فرداً اپنے مخاطبین کو یہی الفاظ کہے کہ میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں۔ گویا امانت داری انبیاء کا امتیازی وصف ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ وصف اس قدر نمایاں تھا کہ قبل از نبوت لوگ آپ کو صادق اور امین کے الفاظ سے پکارتے تھے۔ پھر سورۃ الشعراء میں ہی حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی امین کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کا پیغام جوں کا توں انبیاء تک پہنچاتے تھے اور پھر انبیاء علیہم السلام اس امانت کو پوری دیانت داری کے ساتھ لوگوں تک پہنچاتے تھے۔

امانت داری کی اہمیت یہاں تک ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو رازدارانہ انداز کوئی بات بتائے یا مشورہ لے تو اُس کے ذمہ بھی یہ ہے کہ وہ اس کو امانت سمجھتے ہوئے اُس کا راز کسی کے سامنے فاش نہ کرے اور نہ اس کی خانگی زندگی کے بارے میں باتیں ہی دوسروں کو بتائے اور اگر اُس نے ایسا کیا تو گویا خیانت کا ارتکاب کیا۔ خیانت اس قدر بڑی برائی ہے کہ اس سے انسان کا ایمان ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔

توہین رسالت اور یہود و نصاریٰ کا گھناؤنا کردار

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

شرکاء: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ، ایوب بیگ مرزا

میزبان: سیم احمد

سوال: امریکہ میں بننے والی توہین رسالت پر مبنی فلم کے خلاف عالم اسلام میں اشتعال پھیلا ہوا ہے۔ آپ اس فلم، فلم کے فنانسر اور ڈائریکٹر کے بارے میں بتائیے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: مغرب کی جانب سے اس طرح کی شرمناک اور توہین آمیز حرکتوں کا سلسلہ بہت پرانا ہے۔ پہلے بھی اس طرح کی گستاخانہ حرکات ہوتی رہی ہیں۔ لیکن گزشتہ چند سالوں سے اس طرح کی شرمناک اور گستاخانہ حرکتوں میں پے در پے اضافہ ہوا ہے۔ جس فلم کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کا نام "Innocens of Muslims" ہے۔ اس فلم کو جون کے آخر میں ریلیز کیا گیا ہے۔ پہلے یہ فلم امریکہ میں ایک چھوٹے سینما گھر میں دکھائی گئی تھی۔ بعد میں مغرب کے شرارتی ذہن نے اس کے کچھ حصوں کو نہ صرف ''یوٹیوب'' پر ڈال دیا بلکہ اس کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مزید بھڑکانے کی مذموم سازش کی۔ جولائی میں اس فلم کو یوٹیوب پر مکمل اپ لوڈ کر دیا گیا۔ اس فلم میں اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے خلاف انتہائی نازیبا زبان استعمال کی گئی ہے' جو اس فلم کے بننے کے بعد ''ڈبنگ'' کر کے شامل کی گئی ہے۔ اس فلم میں کام کرنے والی اداکارہ نے' جس کا نام ہنڈی لوگا رسیا ہے، یہ بیان دیا ہے کہ اُسے یہ بتایا ہی نہیں گیا تھا کہ یہ فلم کس موضوع پر بنائی جا رہی ہے کیونکہ جو باتیں عربی زبان میں ڈب کر کے اس کے منہ سے نکلوائی گئی ہیں' وہ اس نے کہی ہی نہیں ہیں اور وہ پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کے اس اقدام کے خلاف عدالت سے رجوع کرے گی۔ مزید برآں مسلمانوں کے جوش کو مزید برانگیختہ کرنے کے لیے اسامہ بن لادن کے حوالے سے بھی کچھ اشتعال انگیز حصے یوٹیوب پر ڈالے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے بھی یہ فلم دیکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ فلم انتہائی گھٹیا ہے اور اسے انتہائی بھونڈے انداز سے بنایا گیا ہے۔ فلم کا پروڈیوسر و ڈائریکٹر ملعون سیم بسائل ہے جو ایک اسرائیلی نژاد یہودی ہے اور امریکہ میں رہائش پذیر ہے۔ ملعون نے یہ فلم بنانے کے لیے یہودیوں سے کئی ملین ڈالر اکٹھے کیے تھے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس فلم کو مصر کے ایک سینما گھر میں نمائش کے لیے پیش بھی کیا گیا تھا۔ اس فلم میں جو عربی ڈبنگ ہے وہ مصری لہجہ میں ہوئی ہے' اسی لیے اس فلم کے حوالے سے سب سے زیادہ احتجاج مصر میں ہوا ہے۔ اسی طرح ایک مصری نژاد امریکی شہری مورس صادق نے بھی جو اسلام مخالف نیشنل اسمبلی کا پتک کا ممبر ہے' عربی ڈبنگ کے ذریعہ اسلام مخالف جذبات کو بھڑکانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح کی حرکات سے دشمنوں کا مقصد نہ صرف مسلمانوں کے دلوں سے اُن کی مقدس ہستیوں کی محبت کو ختم کرنا ہے بلکہ وہ واقعتاً ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا میدان گرم کرنا چاہتے ہیں۔ اس فلم کے حوالے ان عیسائی اقلیتوں نے جو مسلم ممالک میں موجود ہیں سب سے شرمناک کردار ادا کیا ہے۔ مغرب میں اسلاموفوبیا حد سے بڑھ چکا ہے۔ وہ اسلام مخالفت میں حدوں سے باہر جا چکے ہیں۔ جبکہ اسلام تمام بنی نوع انسان کے لیے رحمت اور امن کا باعث ہے۔ جارج برنارڈ شا اپنی کتاب The Genuine "Islam" میں نبی کریم ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ محمد ﷺ وہ عظیم شخصیت تھے جو تمام انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں مغرب کی' جو انسانیت اور انسانی حقوق کا علمبردار بنا پھرتا ہے' ایسی بے ہودہ گفتگو اس کے دعوؤں کو جھوٹا ثابت کر دیتی ہے۔ دشمنوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی سازشوں سے آفتابِ رسالت مآبؐ کو گہنا نہیں سکتے۔

سوال: اس طرح کی فلمیں آخر عیسائی ممالک میں ہی کیوں بنتی ہیں۔ اِن فلموں کے بارے میں اُن ممالک کے حکمرانوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ آزادی رائے کا معاملہ ہے لہٰذا ہم اس میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ آپ یہ بتائیں کہ ایسی فلموں میں توہین آمیز مواد کیا واقعتاً مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے پیش کیا جاتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: توہین آمیز مواد خواہ نہ بھی شامل ہو' تب بھی حضور اکرم ﷺ پر کوئی فلم بنانا اور اُس کی تشہیر کرنا یہ عمل بذاتِ خود بہت بڑی توہین ہے۔ چہ جائیکہ اس فلم میں شامل مواد انتہائی توہین آمیز ہو۔ ہمارے ہاں دین کی مخالفت کے حوالے سے جو باتیں ہوتی ہیں ہم انھیں ''نقل کفر کفر نہ باشد'' کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں لیکن اس بے ہودہ فلم میں جو بکواس کی گئی ہے وہ ہمارے بیان سے باہر ہے۔ کیونکہ اس فلم میں دُنیا کی عظیم ترین ہستی پر نہایت رکیک حملے کیے گئے ہیں۔ وہ عظیم ہستی جو دنیا کی سب سے پاکباز ہستی ہے' کے خلاف انتہائی توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ہماری موجودہ حالت تو ایسی ہے جیسے فارسی کا ایک شعر ہے ؏ (ترجمہ) ''آپ ﷺ کا نام لینے سے پہلے اگر ہم اپنے منہ کو ہزار بار مشک اور گلاب سے دھوئیں تب بھی آپ ﷺ کا نام لینے میں بے ادبی ہو سکتی ہے۔'' یہ ایک مسلمان اور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک کا معاملہ ہے۔ کیونکہ تمام عالم میں اللہ تعالیٰ کا جو دین پہنچا ہے وہ آپ ﷺ کے ذریعے ہی پہنچا ہے۔ ہم آپ ﷺ ہی کے محتاج ہیں کہ ہم نے آپؐ سے اُس صراطِ مستقیم کو پایا ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہمیں چلانا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے اس پوری کائنات میں آپ ﷺ جیسی نہ کوئی ہستی تھی نہ ہے اور نہ آئندہ ہی کبھی ہوگی۔ ان شاء اللہ یہ چراغِ نور کبھی نہیں بجھے گا۔ آپ ﷺ کے بارے میں بے ہودہ الفاظ کا استعمال کرنا گویا چاند پر تھوکنے والی بات ہے۔ کیونکہ چاند پر تھوکنے سے اپنا تھوک اپنے ہی منہ پر آ گرتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ آزادی رائے کا معاملہ ہے اور ہم اس کو کیسے روک سکتے ہیں' تو میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ مغرب آزادی رائے کو بھی اپنے سیاسی مفاد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ آزادی رائے کا معاملہ ہے تو پھر ہولوکاسٹ کے حوالے سے بھی ہر شخص کو آزادی رائے حاصل ہونی چاہیے۔ ایک عیسائی نے جب یہ کہا کہ 60 ہزار یہودیوں کو قتل نہیں کیا گیا تھا' یہ تعداد غلط ہے' تو اُس شخص کو نہ صرف گرفتار کیا گیا تھا بلکہ اس پر فرد جرم عائد

نبی کریم ﷺ پر کوئی فلم بنانا بذاتِ خود بہت بڑی توہین ہے

اس فلم کا ڈائریکٹر اسرائیلی نژاد یہودی ہے جو امریکہ میں مقیم ہے

کر کے سزا بھی سنائی گئی تھی۔ بات اگر آزادی رائے کی ہے تو پھر مجھے بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ میں بھی لندن کی سڑک پر کھڑا ہو کر یہ کہہ سکوں کہ ہولوکاسٹ کے بارے میں بتائی جانے والی سب باتیں غلط ہیں۔ موجودہ تناظر میں یہودیوں کے بارے میں ہٹلر نے صحیح کہا تھا کہ میں نے جتنے یہودی مارے ہیں اُن میں سے کچھ کو صرف اس لیے چھوڑا ہے' تاکہ آئندہ آنے والے لوگ یہ جان سکیں کہ میں نے اِن یہودیوں کو کس لیے قتل کروایا تھا۔ پوری دنیا اور بالخصوص مسلمان یہ بات جان چکے ہیں کہ دنیا میں جو سازشیں اور فساد برپا ہوتے ہیں اور جس طرح آپس میں جنگیں ہوتی ہیں اُن کے پیچھے یہی یہودی فسادی ذہن کارفرما ہوتا ہے۔ یہ مثال آپ کو کسی اور قوم میں نہیں ملے گی۔ جہاں تک اس فلم کے فنانس کا تعلق ہے تو اس فلم کے لیے یہودیوں نے 5 ملین ڈالر کا چندہ دیا ہے۔ اسی طرح اس فلم کا پروڈیوسر وڈائریکٹر ایک یہودی ہے۔ تمام مغربی حکومتیں ان یہودیوں کے ہاتھوں استعمال ہوتی ہیں۔ اس تمام کام کے

آزادی رائے کا قانون ہولوکاسٹ کے بارے میں بات کرنے پر کیوں آڑے آتا ہے

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل امریکی کنیز ہے اس سے بہتری کی اُمید رکھنا فضول ہے

پیچھے یہودی سازشی ذہن کارفرما ہے' تاکہ دنیا میں امن قائم نہ ہو سکے اور یہ اقلیت تمام دُنیا میں فساد برپا کر کے دُنیا پر چھا جائے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! گستاخ رسول ﷺ کی سزا کیا ہے اور ہمارا دین اس حوالے سے کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے نیز حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے دورِ حکومت میں ایسے افراد سے کیسے نپٹا جاتا تھا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ہمارے سامنے سیرتِ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ایک مکمل ریکارڈ کی صورت میں موجود ہے۔ نبی اکرم اپنی سیرت اور کردار کے حوالے سے بھی اوجِ کمال پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار بھی آپ ﷺ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ حتیٰ کہ نبوت کے اعلان کے بعد بھی آپ ﷺ کے بارے میں ابوسفیانؓ اور ابوجہل نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس معاشرے نے آپ ﷺ کو شاعر کہا، ساحر کہا، مجنون کہا اور کاہن کہا۔ مسلمانوں کے جذبات اُس وقت بھی بھڑک جاتے تھے جب کبھی کوئی آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا' لیکن اس وقت مسلمانوں کو حکم یہ تھا کہ اپنے ہاتھ باندھے رکھو۔ اسی طرح جسمانی لحاظ سے بھی آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تھی۔ جیسا کہ سفر طائف میں آپ کے ساتھ اندوہناک واقعہ پیش آیا' جس پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر معمور فرشتے کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو اس بستی کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کا مقام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی کہ یا اللہ اس قوم کو بخش دے کیونکہ یہ واقعتا مجھے نہیں جانتے' اُمید ہے کہ ان کی آئندہ آنے والی نسلیں تیری فرمانبردار بنیں گی۔ آپ ﷺ جو تمام انسانیت کے لیے رحمۃ للعالمین بن کر آئے' وہ کسی کے لیے کیسے بددعا کر سکتے ہیں۔ لیکن جب آپ ﷺ کی مدینہ آمد سے دین کو تقویت مل گئی اور انصار صحابہؓ کی صورت میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تقویت بخشی تو پھر معاملہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ کعب بن اشرف یہودی بہت بڑا گستاخ رسول تھا۔ وہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ شعر کہتا تھا۔ آپ ﷺ نے اُس کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ گستاخ رسول ﷺ کو قتل کر کے واصلِ جہنم کیا گیا۔ اسی طرح ایک نابینا صحابیؓ کی بیوی آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ اُن صحابی رسولؐ نے اُسے قتل کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتراف کیا اور فرمایا کہ وہ بدبخت عورت آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہتی تھی' میرے سمجھانے کے باوجود بھی وہ باز نہیں آتی تھی۔ لہٰذا میں نے اُسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اُس صحابی کے اس اقدام کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کو کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بعض صحابہؓ کو گرفتار کر کے مکہ لے جایا گیا اور اُن سے کہا گیا کہ وہ صرف آپ ﷺ کی شان میں کچھ گستاخی کر دیں تو اُن کی جان بخشی کر دی جائے گی' لیکن اُنھوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ انھیں نہایت بے دردی سے اور ظالمانہ انداز سے شہید کر دیا گیا لیکن اُن کی زبان مبارک سے آپ ﷺ کی شان کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنی شان رحمۃ للعالمینی کے تحت تمام مکہ والوں کو معاف کر دیا اور اُن کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کے بارے میں قرآن پاک اور احادیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا تھا کہ آج تم کو معاف کیا جاتا ہے' آج سے تم سب آزاد ہو۔ اور وہ سب کے سب آزاد کر دیئے گئے۔ لیکن اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے آٹھ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا اُن میں ایک شخص عبداللہ بن خطل تھا جو آپ ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کرتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر معافی بھی مانگی پھر بھی اُسے معاف نہیں کیا گیا اور اُسے قتل کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا مسلمان مرتد ہو کر کافر ہو جاتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کے خلاف تو صحابہؓ کے زمانے میں جہاد ہوا ہے بلکہ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں بھی اور دورِ غلامی میں بھی کبھی مسلمانوں نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کی۔ ہمارے خطہ کی یہ تاریخ ہے کہ جن دو بدبخت ہندوؤں نے نبی اکرم ﷺ کے خلاف کتاب لکھی اُن دونوں کو واصل جہنم کیا گیا۔ یہودیوں کے بارے میں جیسا کہ قرآن مجید میں فرمان ہے کہ یہ کبھی بھی سامنے نہیں آئیں گے۔ آج کے دور میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ پس پردہ رہ کر یہ یہودی فساد برپا کرتے رہیں گے۔ یہ دُنیا میں امن نہیں ہونے دیں گے۔ یہودیوں کا مفاد اسی میں پوشیدہ ہے کہ دنیا میں جنگ و جدل قائم رہے' جس کے لیے اُنھوں نے اسلحے کے انبار لگا رکھے ہیں۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مالکان یہودی ہیں، جنھوں نے بھوک ننگ اور جنگ و جدل کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہی اِن یہودیوں کا عالمی ایجنڈا ہے۔ اسی ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے وہ آپ ﷺ کی گستاخی کی جسارتیں کرتے ہیں۔

سوال: اس وقت امریکہ سپر طاقت ہے اور تمام یہود و نصاریٰ اُس کی پشت پر رہ کر مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ یہ گستاخانہ فلم بھی اُسی سازش کا شاخسانہ ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ ایسی صورتِ حال میں ایک مسلمان آخر کرے تو کیا کرے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے درست فرمایا ہے کہ امریکہ اس وقت سپر طاقت ہے اور یہود امریکہ کو اس طرح کے اقدامات کے لیے اُبھارتے ہیں۔ یہودی ایسے مسائل پیدا کرتے اور وقت کی بڑی عسکری قوت کو اس طرف دھکیلتے ہیں۔ امریکی صدر اوباما نے یہ بات کہی ہے کہ امریکہ اور اُس کے عوام کا اس فلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ چند شرپسند عناصر کا فعل ہے اور امریکی حکومت اس فلم کی مذمت کرتی ہے۔ اس حوالے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ امریکہ میں خارجی سطح پر تین حکومتیں ہوتی ہیں۔ ایک حکومت وائٹ ہاؤس کی ہے، دوسری پینٹاگون کی اور تیسری حکومت C.I.A کی۔ امریکہ کے سپر طاقت ہونے کا راز یہ ہے کہ

اِن تینوں حکومتوں کے درمیان اختلاف ہونے کے باوجود جب کوئی مشکل قدم اِن تینوں قوتوں میں سے کوئی ایک قوت کامیابی کے ساتھ اُٹھاتی ہے تو باقی دونوں قوتیں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ جب سے اوباما حکومت آئی ہے تب سے وائٹ ہاؤس حکومت کافی کمزور ہوگئی ہے۔ پینٹا گون اور C.I.A مسلمانوں کے خلاف سرگرم ہوچکی ہیں۔ C.I.A اور پینٹا گون میں اس وقت یہودی پوری طرح سے چھائے ہوئے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ آگے بڑھے' اس لیے وہ مسلمانوں کو اشتعال دلانا چاہتے ہیں۔ صاف بات ہے کہ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ مسلمان ریاستیں اس وقت کمزور ہیں۔ مسلمانوں کے پاس وسائل کی بھی کمی ہے اور عسکری قوت کی بھی۔ اس لیے مسلمان اب ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عالم اسلام کی یہ بدبختی ہے کہ اس وقت اس پر ایسے مسلمان حکمران مسلط ہیں جن کا یہ پختہ یقین ہے کہ ان کی حکومتوں کے ضامن امریکہ اور یہودی ہیں۔ اسی لیے کوئی بھی کھل کر یہود و نصاریٰ کی مخالفت نہیں کرتا۔ اگر O.I.C کے تحت تمام مسلمان ممالک یہ فیصلہ کرلیں کہ جس غیر مسلم ملک میں قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہوئی ہے وہاں سے تمام مسلم ممالک اپنے سفیروں کو واپس بلالیں گے تو صرف اسی قدم سے امریکہ کے نیچے سے زمین نکل جائے گی۔ جس وقت شاہ فیصل شہیدؒ نے امریکہ پر تیل کی بندش لگادی تھی' اگر اُس وقت تمام اسلامی ممالک بآوازِ بلند یہ بات کہہ دیتے کہ اگر امریکہ نے سعودی عرب کے خلاف کوئی اقدام کیا تو تمام اسلامی ممالک امریکہ سے اپنا معاشی تعاون منقطع کردیں گے تو امریکہ وہ سازش کبھی نہ کرسکتا جو اس نے شاہ فیصل شہیدؒ کے حوالے سے کی تھی۔ یہ ہمارے اپنے حکمرانوں کا قصور ہے کہ وہ منافقانہ سوچ و کردار کے مالک ہیں۔ ہمارے حکمران ایسے اقدام پر صرف ایک مذمتی بیان اسمبلی میں پیش کرکے آرام سے بیٹھ جاتے ہیں۔

آپ دیکھیں تو آپ کو اس طرح کی سازشوں میں ہماری حکومتوں اور عوام کے درمیان بھی واضح اختلاف نظر آئے گا۔ عوامی سطح پر تو احتجاج پوری دنیا میں نظر آرہا ہے۔ مثلاً لیبیا میں امریکی سفیر تک کو جلا کر ہلاک کردیا گیا ہے۔ اسی طرح عوامی سطح پر یمن، مصر، تیونس، مراکش اور شام وغیرہ میں شدید احتجاج دیکھنے میں آیا ہے جبکہ مسلم ممالک کے حکمران مغرب کے ساتھ ہیں۔ اگر وہ اس معاملہ پر ایک متفقہ قدم اٹھالیں تو اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود امریکہ اور اُس کی پشت پر یہودیوں کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں۔ درحقیقت امریکہ اور اُس کا حامی مغرب مسلمان ممالک کے درمیان اتحاد قائم نہیں ہونے دیتا' کیونکہ اس نااتفاقی سے ہی وہ اپنے فائدے حاصل کرسکتے ہیں۔

سوال: اس فلم کے حوالے سے لیبیا میں احتجاج کے دوران امریکی سفیر کو قتل کردیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ اس حوالے سے کوئی قرارداد پاس کرسکتی ہے اور کیا اُس کے پاس اس حوالے سے کوئی لائحہ عمل ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک سلامتی کونسل کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں بجاطور پر کہا جاتا ہے کہ وہ امریکی کنیز ہے۔ سلامتی کونسل کی بات تو بعد کی ہے۔ ہماری اپنی حکومت نے قومی اسمبلی میں ایک مذمتی بیان دے کر اپنے اوپر سے معاملے کو جلد از جلد ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں مسلمان حکمرانوں کا یہ حال ہو' وہاں U.N.O کی سلامتی کونسل کیا کرے گی۔ سلامتی کونسل خود امریکہ میں ہے۔ اُس کا ہیڈ کوارٹر نیویارک میں ہے۔ لہٰذا سلامتی کونسل سے امید رکھنا عبث ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مسلمان عوام کو کیا کرنا چاہیے تو اس حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے گا کیونکہ کسی اسلامی حکومت میں اگر چوری ہوتی ہے تو متاثرہ شخص خود تو چور کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتا' لہٰذا تمام معاملات میں یہی حکم ہے کہ معاملہ ریاست کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ البتہ توہین رسالت کے حوالے سے ایک استثناء ہے۔ اس حوالے سے میں یہ نہیں کہوں گا کہ جو کچھ لیبیا میں ہوا ہے وہ بالکل درست ہوا ہے' ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ میں اس طرح کے کسی بھی اقدام کی حمایت نہیں کروں گا لیکن صرف توہین رسالت کے معاملے میں یہ استثناء ہے۔ توہین رسالت کے مرتکب بدبخت شخص کو قتل کرنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ بہت سے صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اقرار کرتے تھے کہ آج اُنہوں نے فلاں شخص کو آپ ﷺ کی توہین کرنے پر قتل کردیا ہے تو آپ ﷺ صحابہؓ کے اس اقدام پر تحسین فرماتے تھے کہ اُس شخص کا خون رائیگاں گیا ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے سامنے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو اُس مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ''یا تو توہین کرنے والی زبان نہ رہے یا پھر سننے والے کے کان نہ رہیں'' یعنی مار دو یا پھر مر جاؤ۔ کاش! آج کوئی اسلامی ریاست ہوتی اور اُس کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا جاتا۔ لیکن بدقسمتی سے اس وقت دنیا میں ایک بھی مکمل اسلامی حکومت نہیں ہے۔ لہٰذا عوام کو چاہیے کہ جو دین آپ ﷺ اس دنیا میں لے کر آئے ہیں اسے مضبوطی سے تھام لیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو حقیقی معنوں میں اختیار کریں اور آپ ﷺ کے حقیقی معنوں میں پیروکار بن جائیں۔ اگر ایک مسلمان اس بات کو اپنے پلے باندھ لے کہ پہلے اُس نے خود مسلمان بننا ہے پھر معاشرے کو بہتر اسلامی معاشرہ بنانا اور ایک فلاحی اسلامی ریاست کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنی ہے تو پھر ہم اُس توہین کا منہ توڑ جواب دے سکیں گے۔ وگرنہ دشمن باز نہ آئے گا۔ یہ توہین روز بروز یوں ہی ہوتی رہے گی۔

> یہودی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا میدان گرم کرنا چاہتے ہیں

سوال: گستاخانہ فلم بنانے میں یہودی لابی کارفرما ہے۔ اسی طرح امریکی میڈیا پر یہودی غلبہ ہے۔ پوری دنیا میں اس فلم کے حوالے سے ایک احتجاج کی لہر ہے۔ کیا یہودیوں نے اس گستاخانہ فلم کے ذریعہ عالمی امن کو خطرے میں نہیں ڈال دیا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بلاشبہ میڈیا آزاد نہیں ہے۔ اس پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ مثلاً برما میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کردیا گیا مگر کسی مغربی میڈیا نے اس کی کوریج نہیں کی، بلکہ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ہمارے اپنے میڈیا نے اس معاملے میں شرمناک خاموشی کا مظاہرہ کیا ہے' جبکہ دوسری طرف ایک عیسائی لڑکی رمشا کا کیس منظر عام پر آنے سے پورا عالمی میڈیا حرکت میں آگیا ہے' بلکہ امریکی صدر اور پوپ کا بھی اب اُس لڑکی کے حق میں بیان آگیا۔ لہٰذا آج عسکری لڑائی کے ساتھ ساتھ میڈیا وار لڑی جارہی ہے۔ جہاں ان کو میڈیا کی جس انداز سے ضرورت ہوتی ہے وہ میڈیا کو اُسی انداز میں اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً سوڈان اور مشرقی تیمور کو تو دو حصوں میں تقسیم کرکے وہ ایک عیسائی ریاست بنا سکتے ہیں' لیکن برما کے ایک آزاد مسلمان صوبے کو ایک بدھ مت ریاست میں ضم کرکے مسلمانوں کی علیحدہ شناخت کو ختم کردیتے ہیں۔ لہٰذا میڈیا اب ایک زر خرید لونڈی کا کردار ادا کررہا ہے یعنی جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا معاملہ ہے۔

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدرالرحمٰن)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

فرقان دانش

حضرت ابوطلحہ ؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے انتہا محبت تھی۔ ان کا حال یہ تھا کہ نہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھنے سے کبھی آسودہ ہوتے نہ آپ ﷺ کی پیاری باتیں سننے سے سیراب ہوتے۔

حضرت ابوطلحہ ؓ کا نام زید بن سہل نجاری تھا۔ آپؓ قبول اسلام سے پہلے اپنے قبیلہ بنونجار کے مشہور شہہ سوار اور نامور تیر اندازوں میں سے تھے۔ آپؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ آپؓ کے قبیلہ کی ایک خاتون ''رمیصا بنت ملحان نجاریہ'' اپنے شوہر کی وفات کے باعث بیوہ ہوگئیں تو آپؓ نے سوچا کہ سب سے پہلے ان کو نکاح کا پیغام دے دیں۔ یہ خاتون کچھ عرصہ قبل حضرت مصعب بن عمیر ؓ کی دعوت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر چکی تھیں۔ تاریخ میں آپ اُم سلیم کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اُم سلیم کو نکاح کے لیے منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک پاک دامن، سنجیدہ، عاقلہ اور مجموعہ صفات خاتون تھیں۔ حضرت ابوطلحہ ؓ اونچے مقام کے مالک اور دولت مند شخص تھے۔ حضرت ابوطلحہ ؓ کو پوری اُمید تھی کہ وہ انہیں انکار نہیں کریں گی۔ جب اُم سلیم ؓ کو آپؓ نے نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے جواب دیا کہ جب تک آپ کفر پر قائم ہیں میں آپ سے نکاح نہیں کرسکتی۔ حضرت ابوطلحہ ؓ سمجھے کہ شاید یہ بہانہ ہے اور انکار کی اصل وجہ کچھ اور ہے۔ انھوں نے نکاح کے لیے مال و دولت کی پیش کش کی تو اُم سلیم ؓ نے جواب دیا: ''ابوطلحہ اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو میں کسی شرط کے بغیر آپ سے نکاح کرلوں گی اور آپ کے اسلام کو اپنا مہر قرار دوں گی۔'' حضرت ابوطلحہ پہلے تو ہچکچائے لیکن اُم سلیم ؓ کی زبان سے اسلام کی خوبیاں اور معبودانِ باطلہ کی بے بسی کی باتیں سن کر گویا ہوئے: ''مجھے دائرہ اسلام میں کون داخل کرے گا۔'' حضرت اُم سلیم ؓ نے فرمایا: ''یہ کام میں خود کروں گی۔'' چنانچہ حضرت اُم سلیم ؓ نے انھیں کلمہ شہادت پڑھایا اور پھر ان سے نکاح کرلیا۔ مسلمان اس نکاح کے مہر پر رشک کیا کرتے تھے کہ اس مہر سے مبارک مہر کوئی نہیں ہوسکتا۔

حضرت ابوطلحہ ؓ نے اپنی صلاحیتیں اور مال اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ وہ ان ستر افراد میں سے تھے جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ وہ ان بارہ آدمیوں میں سے تھے جن کو نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کا نقیب بنایا تھا۔ وہ تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہم رکاب رہے۔

اُحد میں ایک موقع پر مسلمان آپ ﷺ کو چھوڑ کر منتشر ہوگئے اور مشرکین نے ہر طرف سے آپ ﷺ پر تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ کر دی۔ آپ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے اور چہرۂ مبارک لہولہان ہوگیا۔ یہاں تک کہ دشمنوں نے یہ افواہ اُڑا دی کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) شہید ہو گئے' جس سے مسلمانوں کے حوصلے بالکل پست ہوگئے اور وہ دشمنوں کے سامنے سے شکست کھا کر بھاگنے لگے۔ اس کٹھن وقت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے جن میں حضرت ابوطلحہ ؓ پیش پیش تھے۔

حضرت ابوطلحہ ؓ نبی اکرم ﷺ کے آگے ایک مضبوط اور غیر متزلزل پہاڑ کی طرح کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے کفار کے تیروں اور نیزوں سے بچنے کے لیے ان کی آڑ لے رکھی تھی۔ اُنھوں نے کمان پر تیر جوڑ جوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے کفار پر تیروں کی بارش کردی۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے سے جھانک کر یہ دیکھنے کی کوشش کرتے کہ ان کے تیر کہاں گر رہے ہیں تو وہ زخمی ہونے کے خوف سے یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ کو پیچھے ہٹا دیتے:

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، ان کی طرف نہ جھانکیں، کہیں وہ آپ ﷺ کو زخمی نہ کر دیں۔ میری گردن آپ ﷺ پر نثار، میری جان آپ ﷺ پر فدا، میں آپ ﷺ کے آگے سینہ سپر ہوں۔''

حضرت ابوطلحہ ؓ جنگ کے مواقع پر بے دریغ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے حاضر رہتے۔ اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کے ہر موقع پر اپنا مال خرچ کرنے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیتے تھے۔ ان کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ تھا جو اپنے درختوں کی کثرت، پھلوں کی عمدگی اور پانی کی شیرینی لحاظ سے مدینہ کے تمام باغوں سے اچھا تھا۔ ایک روز حضرت ابوطلحہ ؓ اس کے گھنے سائے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اچانک ایک خوش الحان پرندے نے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ حضرت ابوطلحہ ؓ تھوڑی دیر کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ جب ان کی توجہ نماز کی طرف واپس آئی تو وہ بھول چکے تھے کہ انھوں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ وہ نماز ختم کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اپنے نفس کی شکایت کی جس کو باغ، اس کے گھنے اور سایہ دار درختوں اور اس کے خوش نوا پرندے نے نماز سے غافل کر دیا۔ پھر اُنھوں نے کہا:

''اللہ کے رسول ﷺ! آپ گواہ رہیں، میں اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ اس کو جس مصرف میں چاہیں صرف کریں۔''

حضرت ابوطلحہ ؓ نے اپنی پوری زندگی صائم النہار اور مجاہد فی سبیل اللہ کی حیثیت سے گزاری اور اسی حالت میں انھوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تقریباً تیس سال زندہ رہے۔

انھیں کافی طویل عمر ملی تھی' جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گئے تھے' لیکن یہ ضعف بھی ان کے جذبۂ جہاد کو سرد نہیں کرسکا۔ وہ بڑی پابندی کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے اور اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامت دین کی فوجی مہمات میں شریک ہوتے تھے۔ انھی میں سے ایک مہم وہ تھی کہ جب حضرت عثمان بن عفان ؓ

کے زمانۂ خلافت میں مسلمانوں نے بحری جنگ کا ارادہ کیا تو انھوں نے بھی اس میں شرکت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ دیکھ کر ان کے بیٹوں نے کہا:

ابا جان! اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ؓ کے ساتھ کافی جہاد کر چکے ہیں۔ اب آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ یہ عمر جہاد کی نہیں ہے۔ اب آپ آرام کریں اور ہمیں چھوڑ دیں ہم آپ کی طرف سے جہاد میں حصہ لیں گے۔"

مگر وہ نہیں مانے اور انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"نکلو اللہ کی راہ میں، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل۔" (التوبۃ: 14)

جب حضرت ابوطلحہ ؓ مسلمانوں کی فوج کے ساتھ بحری جہاز میں سوار، سمندر کا سفر کر رہے تھے کہ اثنائے سفر میں سخت بیمار پڑے اور اسی بیماری میں اپنے رب سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

انتقال کے بعد ان کو دفن کرنے کے لیے مسلمان کسی جزیرے کی تلاش میں تھے' مگر سات روز سے پہلے ان کو اپنے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوسکی۔ اس دوران میں ان کی لاش کپڑے سے ڈھکی ہوئی ان کے درمیان رکھی رہی اور اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں واقع ہوا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ بڑے آرام سے سو رہے ہیں۔ ان کو ان کے اہل و عیال اور ملک و وطن سے بہت دور سمندر کے درمیان جزیرے میں دفن کر دیا گیا۔

❁❁❁

حلقہ پنجاب جنوبی کی مقامی تنظیم نیو ملتان کی تقسیم اور نئی مقامی تنظیم ممتاز آباد میں تقرر امیر

امیر حلقہ پنجاب کی جانب سے مقامی تنظیم نیو ملتان کو دو حصوں' مقامی تنظیم نیو ملتان اور مقامی تنظیم ممتاز آباد میں تقسیم کرنے اور نئی مقامی تنظیم میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 ستمبر 2012ء میں مشورہ کے بعد نئی مقامی تنظیم ممتاز آباد کا قیام منظور کرتے ہوئے جناب شناور حسین کو مذکورہ مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔ مقامی تنظیم نیو ملتان کے امیر حسب سابق انجینئر عطاء اللہ ہی ہوں گے۔

شمارہ اکتوبر 2012ء

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

یوم عشق رسولؐ اور میڈیا کا گھناؤنا کردار ــــــ ایوب بیگ مرزا
ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) ــــــ ڈاکٹر اسرار احمدؒ
ایمان اور عمل صالح ــــــ عتیق الرحمٰن صدیقی
ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی امتیازی آراء (۲) ــــــ انجینئر نوید احمد
قرآن کے حقوق اور ہمارے فرائض ــــــ بیگم ڈاکٹر عبدالخالق

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "بیان القرآن" تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

❁ قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
❁ قرآن و سنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
❁ عید الاضحیٰ اور قربانی میں یا ہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
❁ حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط و تعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عید الاضحیٰ اور اُن کی اصل روح قرآن حکیم کے آئینے میں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

قیمت اشاعت خاص: 35 روپے' اشاعت عام: 20 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون 03-35869501
maktaba@tanzeem.org

کیا خواب یوں بھی پریشاں ہوتے ہیں؟

راحیل گوہر

خواب ہر شخص دیکھتا ہے۔ خواب دیکھنے پر کوئی پابندی ہے اور نہ کوئی جرمانہ۔ اور اب تو خواب ہی ایک ایسی چیز رہ گئی ہے، جسے ہر شخص مفت میں ہی دیکھ سکتا ہے۔ اس معاملہ میں غریب امیر، چھوٹے بڑے اور رنگ ونسل کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ جس طرح کہتے ہیں ناں! ''عشق نہ پچھے ذات''، اسی طرح خواب بھی کسی کی ذات پات نہیں پوچھتے، بس آدمی نے آنکھیں بند کیں اور یہ پلکوں پر اتر آئے اور دبے قدموں بند آنکھوں میں سرائیت کر گئے۔ خوابوں کی اپنی ہی ایک دنیا ہوتی ہے، اپنا ہی ایک طرز عمل ہوتا ہے۔ کبھی یہ انسان کو رلاتے ہیں، کبھی ہنساتے ہیں اور کبھی خوف زدہ کرتے اور ڈراتے ہیں۔ اکثر ان کی اڑان آدمی کو آسمانوں کی وسعتوں میں اڑا لے جاتی ہے، کبھی صرف فضاؤں میں ہی قلابازیاں دے کر واپس زمین پر لا پٹختی ہے۔ علمائے نفسیات کہتے ہیں کہ دن کے اجالے میں تشنہ رہ جانے والی تمناؤں، شکستہ آرزوؤں اور مچلتی خواہشوں کی تکمیل انسان خوابوں کی دل فریب دنیا میں کر لیتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ غریبوں اور بے سہارا لوگوں کے لئے یہ بھی بہت ہے، کم از کم خوابوں میں تو اپنی آرزوؤں کو پورا ہوتے دیکھ لیتے ہیں، ورنہ جاگتی آنکھوں تو آج کل آدمی کو سبزی ترکاری کی طرف دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ مبادا وہ ناراض ہو جائے اور پوچھ بیٹھے کہ میاں جب خریدنے کی ہمت نہیں تو ہماری طرف دیکھتے کیوں ہو؟ جاؤ اپنا راستہ لو۔

بعض لوگ جاگتی آنکھوں خواب دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ سہانے اور دل گداز خوابوں کے سہارے ہی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں کہ خوشیاں خود چل کر آئیں گی اور دستک دے کر انہیں مالا مال کر دیں گی۔ خوش فہمی اور تن آسانی کی ہوائیں جتنی تیز چلتی ہیں، یہ دل ہی دل میں خوش ہوتے رہتے ہیں کہ ''یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے''...... یہ لوگ عمل سے عاری اور اپنے خود ساختہ فکر کے بند خول میں رہ کر زندگی گزارتے ہیں۔۔۔ بلکہ زندگی انہیں گزار دیتی ہے۔

بعض خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جو بس خواب ہی رہ جاتے ہیں، کبھی تعبیر نہیں پاتے۔ یہ خواب اکثر و بیشتر معاشرے کے پسے ہوئے، کچلے ہوئے لوگوں کے نصیب میں ہی ہوتے ہیں۔ اچھے دنوں کے خواب، مفلسی دور ہونے کے خواب، بیٹیوں کے ہاتھ پیلے ہونے کے خواب، مفلسی اور مفلوک الحالی کے سبب جن کے بالوں میں سفیدی اتر آتی ہے، آنکھیں جل تھل ہوتی ہیں اور خواب بکھرتے رہتے ہیں، بقول منیر نیازی......

ہستی ہی اپنی کیا ہے زمانے کے سامنے
اک خواب ہیں جہاں میں بکھر جائیں ہم تو کیا

ایک خواب مفکر اسلام علامہ اقبال مرحوم نے بھی دیکھا تھا۔ امن وسکون کے گہوارہ کا خواب، اسلامی نظام کی برکتوں، نعمتوں اور آزادی وحریت کی زندگی کا خواب، ایک ایسی جداگانہ سرزمین اور خطہ ارض کے حصول کا خواب، جہاں سیاست، معیشت، معاشرت، عقائد ونظریات سب کچھ اپنا ہو۔ اپنے دائرہ اختیار میں ہو۔ جہاں دھرتی اپنی ہو، فصل اپنی ہو، لہلہاتی کھیتیاں، سبزہ زار، دریا، نہریں، آبشار، خزاں وبہار اور لیل ونہار کی گردشیں، سب کچھ اپنا ہو...... سیاسی اور معاشی فیصلے ملک وقوم کی فلاح وبہبود کے آئینہ دار ہوں۔ انفرادی اور اجتماعی امور میں اصول اخلاق اپنے ہوں۔ اجتماعیت اور انفرادیت کے دونوں گوشوں میں قدرت کے عمل دخل کو اولیت حاصل ہو۔

لیکن کچھ خواب تو ہوتے ہی بکھر جانے کے لئے، چکنا چور ہونے کے لئے، بقول شاعر...... ؎

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں
کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کے لئے ہی

اقبال کا خواب کچھ اس طرح ٹوٹ کر بکھرا ہے کہ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو اپنے اس خواب کی اتنی بھیانک تعبیر دیکھ کر لرز جاتے اور شاید اپنی آنکھیں ہی پھوڑ لیتے۔ اس لئے کہ ٹوٹے خوابوں کے سنگ ریزے آنکھوں کو لہو لہو کر دیتے ہیں۔

جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اقبال کے خواب کو یوں تعبیر پاتے اور اس روئے ارض پر تشکیل پاتے دیکھا ہے، انہوں نے انسانی لہو میں نہائی ہزاروں لاشوں، اعضاء بریدہ بدن اور زخموں سے چور کراہتے اور سسکتے جسموں اور معصوم ونوخیز مسلمان لڑکیوں کی چادر عصمت کو تار تار ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ آج بھی کتنی ہی مسلمان عورتیں ہندو اور سکھ غنڈوں کے گھروں میں ان کی داسیاں بن کر زندگی کی سزا کاٹ رہی ہیں۔ ان کے بوئے ہوئے بیج کی پاداش میں پیدا ہونے والے بچوں کی مائیں بن کر بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ چکی ہیں۔ یہ وہ حرماں نصیب اور ستم زدہ عورتیں ہیں جنہیں نہ سہاگ کا جوڑا میسر ہوا، نہ ان کے ہاتھوں پر رنگ حنا اترا اور نہ شریعت اسلامی کے تحت ان کو ایک منکوحہ کی حیثیت ہی حاصل ہو سکی۔

ظلم وستم اور جور وجفا کے یہ تیر مہر بلب ہو کر محض اس لئے سینوں میں اتار لئے گئے کہ بسا اوقات کسی انقلابی نظریئے اور تعمیری وبامقصد مقام کے حصول اور اپنے عقائد ونظریات کے تحت زندگی بسر کرنے کے لئے گوشۂ عافیت حاصل کرنے میں جان ومال اور عزتوں کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ قوموں کے عروج وزوال میں ایسے حالات وواقعات کی ان گنت مثالیں موجود ہیں کہ حق وصداقت، اپنی قومی وملی شناخت اور حریت فکر ونظر کی راہ میں سقراط کی طرح زہر کا پیالہ پینا ہی پڑا ہے۔

بہرحال یہ قربانیاں رنگ لائیں اور ایک ملک خداداد منصۂ شہود پر جلوہ آراء ہو گیا، جسے ''پاکستان'' کا نام دیا گیا۔ مگر بقول شاعر: ؎

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اقبال کے خواب کو حقیقت بنانے والے محسن قائد کی آنکھیں بند ہوتے ہی ملک خداداد میں حصول اقتدار

تعارف و تبصرہ

نام میگزین : ماہنامہ حکمت بالغہ (یاجوج ماجوج نمبر) ستمبر 2012ء

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

ضخامت : 152 صفحات' قیمت : 120

ملنے کا پتہ: قرآن اکیڈمی' لالہ زار کالونی نمبر 2' ٹوبہ روڈ جھنگ

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

انجینئر مختار فاروقی کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ ماہنامہ جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے اعلیٰ علمی سطح پر قرآنی تعلیمات پیش کرتا ہے۔اس کی پابندی وقت پر باقاعدہ اشاعت بھی اس کا امتیاز ہے۔مختلف اہم موضوعات پر اس جریدہ کے کئی خاص نمبر شائع ہو چکے ہیں۔زیر تبصرہ یہ شمارہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

قرآن مجید میں دو جگہ یاجوج ماجوج کا ذکر آیا ہے۔ایک سورۃ الکھف میں اور دوسرا سورۃ الانبیاء میں۔مفسرین کرام نے اپنے اپنے عہد کے ماحول' حالات اور علمی سطح کے مطابق ان آیات کی توضیح کی ہے۔قرآن کی شہادت کے مطابق یاجوج ماجوج ابلیسیت کے حامل ایک شر پسند ظالم اور جاہل قوم ہے۔اس کا وجود نسل انسانی کے لیے خطرے کی علامت ہے۔اس گروہ کو پہچان کر اس سے بچاؤ کی فکر کرنا ضروری ہے۔

یہ شمارہ دو تعارفی تحریروں کے علاوہ تین ابواب پر مشتمل ہے جن کے عنوان حسب ذیل ہیں:

باب 1 : یاجوج ماجوج کے تذکرے۔

باب 2 : روئے ارضی پر نسل انسانی کا پھیلاؤ۔

باب 3 : چند منہ بولتے حقائق —— چند ضمنی باتیں

پہلے باب میں قرآن مجید اور احادیث میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ ہے اس کے علاوہ یاجوج ماجوج کے متعلق ہندو روایات اور یہود و نصاریٰ کا نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے پھر معروف علمائے دین اسلام میں سے مولانا ابوالکلام آزاد' مناظر احسن گیلانی اور محمد انیس الرحمٰن کی کتابوں میں سے موضوع سے متعلق اقتباسات دیے گئے ہیں۔دوسرے باب میں انسانی تاریخ کے مختلف ادوار کے ساتھ ساتھ یاجوج ماجوج کا تذکرہ ہے۔اسرائیلی ریاست کا قیام اور یاجوج ماجوج کے ذکر کے بعد یاجوج ماجوج کی تباہی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔تیسرے باب میں سائبیریا سے نکلنے والے وحشی قبائل (یاجوج ماجوج) کا ذکر ہے جو آج اپنے آپ کو متمدن سمجھتے ہیں اور اپنی بے حیا تہذیب کو اقوام عالم میں رائج دیکھنا چاہتے ہیں۔

حاصل کلام کے طور پر بتایا گیا ہے کہ اب یاجوج ماجوج کی نام نہاد تہذیب روبہ زوال ہونے کو ہے اور رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق پورے عالم میں نظامِ خلافت رائج ہونے والا ہے۔اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو عالمی حالات اسی سمت کو رواں دواں ہیں۔کتاب میں چھوٹی موٹی اغلاط موجود ہیں۔ایک جگہ آشتی کو آتشی لکھا ہے۔اگلے ایڈیشن میں اغلاط کی اصلاح ضروری ہے۔

☆☆☆

کے لئے بندربانٹ شروع ہوگئی اور زمام اقتدار جن لوگوں کے ہاتھوں میں آئی وہ دین و مذہب سے عاری، مغربی طرز زندگی سے مرعوب اور غلامانہ ذہنیت کے حامل تھے۔چنانچہ پکے ہوئے پھل کی مانند ان کی جھولی میں گرے ہوئے اس نظریاتی مملکت میں انہوں نے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا اور 65 سال گزرنے کے بعد بھی لوٹ کھسوٹ کا یہ عمل زور و شور سے جاری ہے۔ملک کا بہت بڑا کرپٹ آدمی پاکستانی قوم کا سربراہ ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ملکی سیاست جھوٹ، مکر و فریب، سازشوں، جنبہ داریوں اور خباثت وغلاظت کا پرتعفن ڈھیر بن کر رہ گئی ہے۔

میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

آج سیاست ہماری ہے نہ معیشت۔اخلاقی اقدار پر غیروں کی ثقافت کا قبضہ ہے۔ہم فرقہ واریت، لسانیت، علاقائیت اور رسم و رواج کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی قوم ہیں۔سیاسی مغلوبیت، ذہنی انتشار، اخلاقی کج روی اور تہذیبی پراگندگی آج اقبال کے پاکستان کی شناخت ہے۔ہر سچا اور دردمند پاکستانی یہ سوچنے پر مجبور ہے۔کیا خواب یوں بھی پریشاں ہوتے ہیں؟

اُجڑا ہے یوں چمن کہ گزرا ہے یہ گماں
اس کام میں شریک کہیں باغباں نہ ہو

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے عمر 27 سال' تعلیم میٹرک' ذاتی کاروبار اور بیٹی عمر 22 سال' تعلیم میٹرک' امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل موزوں رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 03218845944

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

themselves. They should give up the practice of oscillating between America and Russia or in broader terms West and the East. They should, for their own cause and interest revert to the Final Authority, the Omnipotent Allah, and seek refuge there. They should start their struggle for the establishment of the system of justice, the system of Allah, the Caliphate which has been promised to come into existence before the end of this world. If this Divine System is once established, neither America nor any other pseudo super power will ever dare to allow any blasphemous activity in the name of freedom of expression. Pakistan is the most genuine place where its sons are under the obligation to rise for the establishment of that system, which had been promised by us during our struggle for independence. The Ummah cannot find refuge under the umbrella of so-called democracy which is non-existing even in the US in its true spirit, leave alone country like Pakistan, Afghanistan etc which are ruled by Washington through her puppets stationed at Islamabad and Kabul.

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ!

عتیق الرحمٰن صدیقی

دن منانے کی روایت بھی خوب ہے۔ مدرڈے' فادر ڈے اور ٹیچر ڈے۔ ہر دن میں معنویت کا ایک سمندر موجزن ہے مگر لفظ و معنی میں تفاوت کی بھی کوئی حد نہیں' یہ امت روایات میں کھو گئی' حقیقت خرافات میں کھو گئی کے مصداق ہر شے کا جسم موجود ہے مگر روح موجود نہیں ہے ۔

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی

انقلاب حال پر غور کیجیے کہ بقول اقبال ۔

تھے وہ بھی دن کہ خدمت استاد کے عوض
دل چاہتا تھا ہدیہ دل پیش کیجیے!
بدلہ زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق
کہتا ہے ماسٹر سے کہ "بل" پیش کیجیے!

ایسا کیوں ہے اس لیے کہ ۔

خالی ان سے ہوا دبستاں
تھی جن کی نگاہ تازیانہ!

اقبال مدرسہ و خانقاہ سے نمناک ہو کر اٹھنے کی بات کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہاں نہ تو زندگی ہے' نہ محبت' نہ معرفت ہے اور نہ نگاہ ہے' دھول اڑتی دکھائی دیتی ہے' تابندگی و درخشندگی کا کوئی گزر نہیں ۔

شکایت ہے مجھے یارب! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا!

استاد کا دامن مطالعہ کی خوشبو سے معطر نہیں۔ وہ تن آسان بھی ہے اور تغافل شعار بھی۔ جذبوں کا بھی فقدان ہے۔ جہد و سعی بھی عنقا ہے۔ ایسے میں کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ۔ حکیم الامت نے اپنے فرزند سے مخاطب ہو کر کہا ۔

جس گھر کا چراغ ہے تو
ہے اس کا مذاق عارفانہ!
جوہر میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گر فرنگیانہ!
شاخِ گل پہ چہک و لیکن
کر اپنی خودی میں آشیانہ
دہقان اگر نہ ہو تن آساں
ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ!

علم وہ نہیں جو الماریوں میں بند ہو بلکہ علم وہ ہے جو سینوں میں محفوظ ہے' ہمارے تعلیمی اداروں میں لائبریریاں گرد و غبار سے اٹی پڑی ہیں' کتابوں کے انبار ہیں مگر انہیں پڑھنے والا کوئی نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے منسوب اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے: ۔

"میں جہاں بھی جانے کا ارادہ کروں' میرا علم میرے پیچھے آتا ہے۔ اس کا ٹھکانہ میرا سینہ ہے نہ کہ میرے صندوق کا پیٹ۔ میں اگر گھر پر ہوتا ہوں تو میرا علم میرے ساتھ ہوتا ہے اور اگر بازار چلا جاؤں تو میرا علم بازار میں میرے ساتھ ہوتا ہے!"

معلم کی فراست میں دو رائیں نہیں۔ یہ وہی معلم ہے جس کی مساعی جمیلہ کی بدولت ایمان و ایقان کی مشعلیں ضوفشاں ہوتی ہیں اور جہالت و ظلمت کے بادل چھٹتے ہیں۔ وہ صنعت دروں انسانی کا صناع ہے۔ ایک انقلاب آفریں معاشرہ اس کے دم قدم کا رہین منت ہے۔ وہ اگر اپنی بزم کو سجانے کا عہد کر لے تو معاشرے میں انتشار و خلفشار کی رت بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔ مسموم فضائیں خوشگوار ماحول میں بدل جاتی ہیں۔ وہ حذف ریزوں کو لعل و گہر میں بدل دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ میں شعر و سخن کا ذوق پیدا کرنے والے سید میر حسن تھے۔ علامہ اقبال نے ان کے علمی احسان کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا۔

وہ شمع بارگہ خانداں مرتضوی
رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھ کو!
نفس سے جس کی کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو!
دعا یہ کر کہ خداوند آسماں و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو!

خلیفہ ہارون الرشید سے پوچھا گیا کہ دنیائے اسلام میں تمہارا مقام بہت اونچا ہے' کیا تمہیں اب بھی کسی چیز کی تمنا ہے؟ خلیفہ نے جواب میں کہا: "ہاں ایک مقام ایسا ہے کہ جو سب سے بڑھ کر ہے اور جس کی برابری کوئی چیز نہیں کر سکتی اور وہ یہ ہے کہ کسی استاد کی مسند پر بیٹھ کر درس دیا جائے اور لوگوں کو فیض پہنچایا جائے۔"

معلم کے مقام و منصب میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ وہ انبیاء کی مسند کا وارث ہے۔ یہ وراثت ہی اس کا بڑا وصف ہے۔ معلم سے بے اعتنائی سود مند نہیں۔ اگر معلم کے گفتار و کردار میں تغیر رونما ہوا ہے تو اس میں متعدد عوامل کار فرما ہیں۔ اگر ملک کو جنت کا نمونہ بنانا مقصود ہو تو پورے نظامِ تعلیم کی جہت و سمت کو اسلامی نظریہ سے ہمکنار کرنا ہوگا۔ نظام کے مرکزی کردار کو مکمل وقعت دیے بغیر بات بنے گی نہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تناظر میں اور قائد و اقبال کے افکار کی روشنی میں واضح اہداف کو سامنے رکھ کر آگے بڑھنے میں ہماری فوز و فلاح کا راز پوشیدہ ہے ع

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ!

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

vested interest in the post-Asad Syria. China and Russia are supporting Asad while America and Europe are there on the plea of supporting the opposition side. This is the overt situation as the current scenario testifies. Anyhow, we should understand, in the final analysis that neither Russia and China are friends and well wishers of Asad, nor America has any sympathy with the afflicted public, who are brutally killed by the regime's forces.

It will be pertinent to recall here that the Soviet Union, a world power after the World War 1 and 2, had been able to bring into its fold of influence the Eastern Europe, more than 50% of the Muslim countries and India successfully. The whole of the Non-aliened movement was controlled by the USSR. The Global Capitalistic system was confronted with a strong challenge. This situation forced and guided the custodians of the capitalist movement to make a programme of planned assault on their adversary. Differences were created between China and the then USSR who was later on enticed to attack Afghanistan. America and her allies were successful in carrying out a worldwide propaganda campaign against the so-called Atheist power endangering the 'People of the Book. A religious front was successfully formed against the invading USSR. Losing every thing in Afghanistan finally the USSR had to retract but with an unfortunate consequential end to its status of being a world power. The big power was obliterated and what remained was now a Russia only.

Believing that Russia was confronted with Himalayan economic problems and having undergone a catastrophic wear and tear, the NATO was now in a position to declare its war against the Muslim world on the ruses of 9/11 engineered drama, terrorism, WMDs and installation of 'democracies." The occupation forces under the leadership of America entered Afghanistan without realizing what in store there was for them. They are now entangled in Afghanistan like a fly in the spider's web. At the same time Russia was fortunate enough to have a leader in the person of Putin who had the competence of reinstating his country's might in a few years, to be a world power to reckon with. As such Israel, the US and the European allies have to fight on two fronts, simultaneously. They are under the compulsion of striving hard to push back Russia and China in the war for getting at the energy sources in the Middle East and the Central Asian Republics. On the other side they have no option but to remain in Afghanistan in some form in order to check the forward movement of Russia and China to the Central Asian states. Though miserably failing in Afghanistan, they cannot pull out totally for the reasons above, and are therefore, compelled to engage the TALIBAN for negotiating peace. Israel has its own vested interest. It believes, Russian vacation of Syria will help her in overcoming her problems as in the whole of Middle East it is the harbor of Tartoos where the Russian fleet is stationed. On the pullout of Russia, the possibility of an anti Russian regime in Syria coming into power is very likely to happen. It is in the interest of Russia to give a second thought to her strategic policy of siding so firmly with Asad Regime. It will be better for her to start establishing relations with the Public revolutionary movement. It is also in the interest of the revolutionists to accommodate Russia and make an allowance for protecting her interests in the region, so as to allure her to leave siding Bashar al-Asad with this great commitment. The Syrian revolutionists should understand the hypocrisy of the Americans. She has never been true to the Muslim. We are witness to her conduct after she fully utilized the muscles of the JEHADI Muslims in Afghanistan against Russia. The revolutionists must soften their strained relations with Russia. It should also be understood that Russia too, is by no standard a friend of the Muslims but establishing a working relation with her under the principles of lesser evil is the need of the time for the Syrian revolutionist.

Syria is on the inferno flames because of the different vested interests at loggerhead there. Asad has to go but after inflicting severe blows on his own people and destruction of that beautiful country which is a place of descending of the Isa (AS) (Jesus Christ) at the Dome of the Masjid-e-Ummayya in Damascus from the skies, for the complete annihilation of the Jews and forces of evil. It is also time for the Muslim Ummah at large, to wake up from the deep slumber and should realize that it does not have any well wisher let alone friends in the non Muslim regimes both of West and East. The followers of the Last Prophet (SAW) have no alternative except to chose a way out for

Muhammad Faheem

Syria on the Infernal Flames

Syria, an Arab country in the Western Asia, situated at the East of Mediterranean, has been historically part of the Roman Empire for the period 64 B.C. to A.D.636. The country was mandated to France in 1922, along with the present state of Lebanon. Latakia and Djbel Druze were incorporated into it in the year 1924. This was by the end of World War I, under a planned conspiracy of distribution of the booty of the Great Ottoman Empire, the dwindling Khilafa. It followed balkanization of the Muslim countries in the Middle East according to the planned conspiracy. The French mandatory powers on Syria were nominally terminated as of January 1, 1942.

In the beginning of the previous century the political decline of the Muslim Ummah reached its lowest ebb when majority of her states had come under the direct or indirect occupation/control of the alien powers. The Great Ottoman Empire was gradually declining in the post industrial revolution era of Europe. The West needed energy sources for its fast growing industries and sustenance of foreign lands to be used as market for its industrial products. It was the time when exploration of oil sources had started in the Arab Peninsula which was eyed cunningly by the big powers. With slogan of Arabism and promoting prejudices on the basis of race and regionalism, the Arab World was balkanized into small states and protectorates with changed boundaries and geography, to be ruled mostly by the puppet rulers, enthroned by the alien powers.

The Balfour Declaration of 1917 authorized the Jewish people to purchase lands with the right of settling on the Palestinian soil. This conspiracy against the Muslims was tantamount as to instill the worst enemy of the Arab nation in the heartland of the Middle East Like other Arab lands coming into the hands of the imperialist powers. Syria was also awarded to France in 1922 to be freed in 1942. The Al-Asad dynasty had, by dint of their cleverness managed to establish cordial relations with the French occupiers. At a later stage the whole lot of this family shifted to France and settled there. As said earlier, Syria was still under the French influence albeit its independence in 1942.

It was the year 1950 when the Asad family returned back to Syria. Hafiz Al-Asad, the father of Basharal Asad after retiring from the air force service, was later on appointed as defense minister of Syria. The family comes from a minority sect of Alvis, comprising 15% of the population. During the Arab-Israel war of 1967, Hafiz Al Asad was serving as defense minister in the government of Nurud Din Al Atashi, a Druz Baathist. It was under his command that the Golan Heights were lost to the invading forces of Israel during the war. Hafiz came into power in 1971 with the help of France and ruled the country with an iron hand for 29 long years. He killed, injured or abducted through his secret operatives any one who dared to talk against his regime's policies or the atrocities meted out to the masses.

Hafiz Al Asad after the death of his elder son Basel, declared his second son Bashar al-Asad as his successor. By then Bashar al-Asad was serving as medical doctor in the armed forces. In the year 1982, the Muslim Brotherhood revolted against the Asad regime but with no success as the uprising was subdued with brutal force. The atrocities increased with more severity when Basharal Asad succeeded his father in 2000, after the latter's death. Corruption, nepotism, injustices became the order of the day. Consequent upon the recent uprisings in the Arab World, Syria could not escape the tsunami of what was named as Arab Spring, which washed away, Egypt, Libya and Yemen. Bashar uses all his state power to crush the revolt by killing brutally thousands of his people with destruction of property and infrastructure. He has failed to overcome the uprising despite using all dreadful tactical measures. Asad is now destined to go any time. However, Syria has now become the focus of the alien powers which are protecting their own